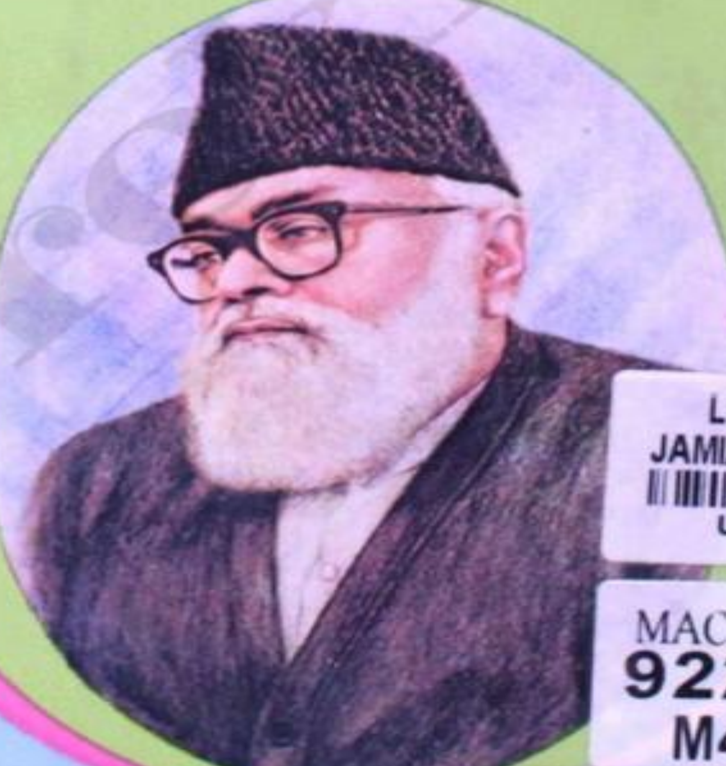
مولانا مودودیؒ کی شگفتہ مزاجی



عبدالغنی عثمان ایم اے

سلسلہ مطبوعات مدینہ پبلشنگ سینٹر (۴)

مولانا مودودیؒ کی شگفتہ مزاجی

مرتب

عبدالغنی عثمان ایم اے

MPC BOOKS

مدینہ پبلشنگ سینٹر ۴۲۱، مٹیا محل جامع مسجد دھلی ۶

Maulana Maududi
Ki
Shagufta Mizaji

by
Abdul Ghani Usmani (M.A.)

Madina Publishing Centre
421, Matia Mahal, Jama Masjid
Delhi-6

ناشر : مدینہ پبلشنگ سینٹر دہلی
مطبع : ایس۔بی آفسٹ۔دہلی
قیمت : 20/=
پہلا ایڈیشن : ۱۹۹۰ء ۱۰۰۰

موج نور و نکہت

عبدالغنی عثمان کی کتاب "مولانا مودودی کی شگفتہ مزاجی" کا مسودہ دیکھتے ہوئے بڑی مسرت ہوئی۔ مولانا کے تبسم آفریں شگوفہ ہائے تکلّم جو جا بجا بکھرے ہوئے تھے۔ مرتب نے انداز گل چینی سے ان کو جمع کرکے ایک تختہ گل و سوسن سجا دیا ہے۔ یہاں آکر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا کوئی بھی لمحہ ہو، ہر دم یہی احساس ہوتا ہے کہ "یہ وقت ہے شگفتن گلہائے ناز کا" کچھ "گلہائے ناز" اور کچھ "گلہائے راز"، ہر ناز ایک راز، اور ہر راز ایک ناز!

کیوں نہ ہو، وہ لمحہ بھی شاید قدرت کے چمنستانِ تخلیق یا خیابانِ تکوین میں شگفتن گلہائے ناز کا لمحہ ہوگا جب مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا میں پہلی سانس لی ہوگی۔ مولانا کی پوری شخصیت کا اجمالی بیان صرف اتنا ہے۔ کہ وہ کمال شعور اور شدتِ احساس کے باوجود زندگی کی وادیٔ کرب والم سے گزرنے والی ایک موج نور و نکہت تھی جو موتی اور پھول برساتی گزر گئی۔ ان کے افکار اور ان کی دلیلیں موتیوں جیسی تھیں اور ان کے مزاحیہ جملے پھولوں کی مانند تھے۔

کچھ لوگوں نے ان موتیوں اور پھولوں سے دامن بھر لئے اور کچھ نے موتیوں پر پتھر برسائے اور پھولوں پر انگارے پھینکے، اپنی اپنی نگاہ، اپنا اپنا نصیب!

. . . .

غالباً پہلا آدمی میں تھا جس نے تحریری طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی شگفتہ مزاجی کی ایک ہلکی سی جھلک اپنی کتاب "مولانا مودودی ــــ ایک تعارف" (شائع شدہ: ۱۹۶۳ء) میں پیش کی تھی پھر ہر لکھنے والے نے اس موضوع پر لکھا، اور کئی لکھنے والے مجھ سے آگے نکل گئے۔ آج اس سلسلے کی مختلف تحریروں اور گفتگوؤں سے مولانا کے شگوفہ ہائے تکلّم کو چھانٹ چھانٹ کر ایک جامع مجموعے کی صورت میں پیش کرنے کا شرف جناب عبدالغنی عثمان (ایم اے بی ایڈ) نے حاصل کر لیا ہے ابتداء وہ تھی اور انتہا یہ ہے۔ مگر ابتداء کو تو آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا، انتہا کی سرحد اور بھی آگے بڑھائی

جاسکتی ہے یعنی ابتدا معلوم، انتہا نا معلوم! ع

لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ مولانا مودودیؒ کی شخصیت کے ایک اہم پہلو کے متعلق مرتب شدہ اس مجموعے میں میرا حصّہ بھی شامل ہے۔

. . . .

مولانا مودودیؒ کا مسلک ہر معاملے میں اعتدالی تھا اور بالعموم انتہا پسندی سے بچ کر ترازو کے پلڑے برابر رکھتے۔ وہ نہ "منقطع" تھے، نہ "منہ پھٹ"

ایسا نہ تھا کہ مولانا کی محفل میں زور شور سے قہقہے لگ رہے ہوں، لوگ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے ہوں اور مسلسل ظرافت کا ایک طوفان برپا رہے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی نہ تھا کہ مولانا خشونت کا ایک پیکر بنے تقویٰ جھاڑ رہے ہوں۔ اور حاضرین سر جھکائے منہ بسور رہے ہوں۔ ایک طرف دعوت و تحریک سے پیدا ہونے والے معاملات و مسائل کی پیچیدگی اگر سنجیدہ تفکر کا تقاضا کرتی تو دوسری طرف سید مودودیؒ سنجیدگی کے بوجھ سے ساتھیوں کو بچانے کے لئے لطافتِ بیان سے کام لیتے۔

ان کا میدان تضحیک و استہزا نہ تھا جس کے پیچھے کبر میں ڈھلا ہوا احساس کمتری کام کرتا ہے۔ نفرت و تحقیر کو ان کے دل میں جگہ نہ مل سکی۔ انھوں نے کبھی مہارتِ تکلم کا نشانہ بنا کر کسی کی دلآزاری کبھی نہیں کی۔ کسی کی کمزوریوں کا خاکہ نہیں اڑایا۔

وہ مزاح نگار بھی نہ تھے کہ سوچ سوچ کر مزاحیہ مضمون اور عبارتیں تخلیق کرتے۔ ہنسنے ہنسانے کا فن ان کے ذہن پر سوار نہیں تھا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے لطیفہ دار واقعات کو بہم کریں اور پھر ایک کاریگر کی طرح انھیں لفظوں میں جوڑ جاڑ کر اس طرح لائیں کہ جو پڑھے سنے، اس کا دل خوش ہو جائے۔ مولانا کے یہاں تبسم انگیز کلام میں بھی آپ کو ثقاہت و اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات نہ ملے گی۔ بہت سے لوگوں نے "جنسیت" کے مواد سے مزاح گوئی کی ہے۔ اور کئی جگہ تو لکھنے والے بالکل غلاظت کی جھیل میں غوطہ ہی لگا گئے ہیں۔ حسن کی باتیں ایسی بھونڈی کہ سرے سے حسن غارت، مولانا نے اس جادۂ پامال پر کبھی قدم نہیں رکھا۔

مولانا مودودی لطیفہ گو بھی نہ تھے کہ مطالعہ اور گفتگوؤں سے لطائف جمع کرتے رہتے اور پھر ان کو حسبِ موقع استعمال فرماتے۔ ہمارے بزرگوں میں سے دو لطیفہ گو بڑے نمایاں تھے۔ ایک ملک نصراللہ خاں

عزیزؔ، دوسرے مولانا ماہرالقادری (خدا دونوں کی مغفرت فرمائے) ان دونوں کے ساتھ رہتے ہوئے یا سفر کرتے ہوئے ان کی لطیفہ بیانی سے استفادہ کا لامتناہی سلسلہ جاری رہتا۔ لطف اندوزی کے لئے سامع ہمہ تن متوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ برابر منتظر رہتا کہ اب آیا کوئی لطیفہ۔ ۱۹۶۴ء کی جیل میں ملک نصر اللہ خاں عزیزؔ مرحوم نے ایک مدت تک ایسے تسلسل سے لطیفہ گوئی کی کہ ہمیشہ وہ دور یاد رہے گا۔ یعنی ناشتے، دوپہر اور رات کے کھانے کے دسترخوان کی تو ایک مستقل "ڈش" ہی ان کے لطائف کے رس گلوں یا سموسوں کی ہوتی۔ یاد رہے کہ ملک صاحب نے برسوں مدینہ (بجنور) کا فکاہی کالم لکھا اور پھر لاہور میں اپنے اخبار میں "سیر و سفر" کے عنوان سے پھلجھڑیاں چھوڑتے رہے۔[1]

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اصل موضوعِ گفتگو یہ تھا کہ مولانا مودودیؒ اس انداز کے لطیفہ گو نہ تھے جو خندہ آفریں واقعات یا گفتگوؤں کی روایت ڈرامائی انداز سے بیان کر کے زعفران باشی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اکا دکا موقعوں پر انھوں نے کسی مروّج لطیفے کی روایت بھی کی ہے۔

وہ گفتگوؤں میں اکثر، اور تحریر میں کبھی کبھی بے ساختہ انداز سے لطافت پیدا کر دیتے اور ایسے جملوں کو میں "شگوفے" کہوں گا۔ یہ شگوفے تخلیقی انداز کے ہوتے جن کی مثالیں غالب کے یہاں ملتی ہیں۔ مگر مولانا کا رنگ قدرے مختلف ہے۔ مولانا کا مزاح آمیز کلام کسی پرتکلف انداز کی سوچ بچار کا نتیجہ نہ ہوتا، بلکہ شگوفہ دار بات وہ فی البدیہہ کہتے۔

مجھے بہت اچھا لگا کہ اس کتاب کے مرتب نے عنوان "شگفتہ مزاجی" طے کیا۔ مزاح وغیرہ الفاظ درست نہ ہوتے کیونکہ مولانا کا اندازِ لطافت و مزاح کلام میں اس طرح ہوتا جس طرح آٹے میں نمک، مزاح برائے مزاح ان کا مسلک نہ تھا۔

. . . .

مولانا مودودیؒ نے اگرچہ کئی جگہ لفظوں کے الٹ پھیر سے بھی لطافت کلام پیدا کی ہے مگر یہ

---

[1] مجھے ایک جھلک سی یاد ہے کہ "انقلاب" کے سالک صاحب اور ملک عزیزؔ دونوں اپنے اپنے فکاہی کالموں میں اپنے اپنے قلموں کی چونچیں بھی لڑاتے رہتے اور پھر چائے پر مل بیٹھتے تو وہاں بھی تبادلۂ لطائف ہوتا رہتا۔

ان کا منتقبل اسلوب نہیں ہے۔ ان کا اسلوب جہانِ معانی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ کئی جگہ دوسرے مفہوم کے جملے آپ نے کہے اور ان سے لطفِ گفتار پیدا کیا۔ مثلاً۔

ایک بار ہندوستان سے آئے ہوئے کچھ سکھ گھومتے گھامتے ۵۔ اے ذیلدار پارک میں بھی آگئے۔ مولانا مودودیؒ سے ملے۔ مولانا کے یہاں پلاٹ میں کرسیاں بچھی تھیں۔ وہ بیٹھ گئے۔ مولانا نے ان کی تواضع کے لئے سیون اَپ کی بوتلیں منگوائیں۔ جن کے ساتھ پلاسٹک کی نلکیاں بھی تھیں۔ وہ لوگ حسبِ قاعدہ نلکیاں بوتلوں میں ڈال کر پانی پینے لگے۔ مولانا کے سامنے سیون اَپ کی بوتل رکھی گئی۔ مگر انھوں نے پی نہیں۔ کسی نے توجہ دلائی کہ مولانا آپ نہیں پی رہے ہیں۔ فرمایا۔

"بھئی! یہ ٹھنڈا حقہ تو مجھ سے نہیں پیا جا سکتا"

غالباً سکھ مہمان بھی ہنس دیے۔ تب کوئی صاحب گلاس لائے اور مولانا نے اس میں پانی پیا۔[1]
اب اس چھوٹے سے جملے میں ایک تو تشبیہ دیکھئے، دوسرے سکھوں کی مناسبت سے حقے سے مشابہ چیز سے اجتناب کرنے کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔

اس سلسلے میں مولانا کی شگفتہ مزاجی کا ایک نمونہ اور ———

صدر ایوب صاحب کے آخری دور میں عید رمضان جمعہ کو پڑ رہی تھی۔ عوامی اوہام میں سے ایک یہ تھا کہ جس دفعہ عید اور جمعہ کے دو خطبے ایک دن جمع ہو جائیں، اس مرتبہ حاکم بدل جاتا ہے۔ یہ جاہلی تصور ایوانِ صدارت میں بھی پہنچ گیا۔ کچھ ڈر یہ بھی ہوگا کہ اس اجتماعِ سعدین کی وجہ سے سیاسی طور پر رائے عام تبدیلی حاکم کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اور خدانخواستہ "نقارہ خدا" نہ بج جائے سو خاص اہتمام سے ایک دن پہلے ہی چاند نکلوایا گیا اور ریڈیو سے سرکاری اعلان ہو گیا کہ عید جمعرات کو ہوگی۔ ادھر علماء ملک بھر سے شہادتیں تلاش کر رہے تھے۔ مطلع صاف ہونے کے باوجود کہیں سے شہادت نہیں مل رہی تھی۔ چنانچہ علماء نے ٹیلی فون پر پوچھنے والوں کو ملک بھر میں اپنا فتویٰ بتا دیا کہ جمعرات کو روزہ ہوگا اور جمعہ کو عید ہوگی۔ اس سلسلے میں بڑے دلچسپ واقعات ہوئے جن کے ذکر کا یہاں موقع نہیں۔ یہ البتہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ سرکاری عید کے اعلان سے اختلاف

---

[1] مولانا نے ایک اور موقع پر بھی "ٹھنڈا حقہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

کرنے کے جرم میں مولانا مودودیؒ بنوں جیل میں پہنچا دیئے گئے تھے۔ چند ہی روز میں رہائی ہوگئی۔

اس عید کے بعد کا قصہ ہے کہ ولیمہ کی کسی دعوت میں مولانا اور چند رفقاء مدعو تھے جن میں راقم بھی شامل تھا۔ اتفاق سے مولانا کھانے سے فارغ ہوکر چلے تو میں بھی ساتھ تھا۔ دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی شیخ خورشید احمد مرحوم (وزیر قانون) بالکل دروازے کے پاس بیٹھے تھے۔ مولانا سامنے ہوئے تو انھوں نے احتراماً اٹھ کر مصافحہ کیا اور بڑی پھرتی سے طنزاً کہا کہ "مولانا! گزشتہ عید مبارک"

مولانا نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا کہ "مبارکباد اگر جمعرات کی عید کی ہے تو سیدھی ایوب صاحب کو بھجوا دیجئے اور اگر علماء والی عید مراد ہے تو قبول!"

اس دن میں حیران رہ گیا کہ ایک شخص بالکل بے دھیانی میں چلا آرہا ہے اور اچانک ایک فقرہ اس کے دماغ سے ٹکراتا ہے مگر دماغی عمل کی اس سرعت کی کیا مثال کہ نہ صرف فقرے کا جواب دیا بلکہ اس مختصر جواب میں دین وسیاست کے اشارات بھی آگئے۔

مولانا کے اس لطیف مزاح یا شگفتہ مزاجی کا اثر یہ ہوتا کہ دلوں کے بوجھ اتر جاتے، پریشانیوں کے بادل چھٹ جاتے۔ مایوسیاں کافور ہو جاتیں۔ غافل آدمی چونک کر متوجہ ہو جاتا۔ کارکنوں کے عزم وہمت میں اضافہ ہو جاتا۔

جب لوگ یہ دیکھتے کہ آلام ومصائب اور اعتراضات سے گزرتا ہوا یہ شخص کبھی چیں بجبیں نہیں ہوتا، کبھی غصے میں اس کا ذہن زیروزبر نہیں ہوتا۔ الٹا وہ ہنستا کھیلتا موجہ ہائے حوادث سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ تو ساتھیوں کے دلوں سے غم اور مایوسی کا دباؤ ہٹ جاتا۔ اور نوجوان قریب ہو جاتے۔

مولانا کی شگفتہ مزاجی کا اثر ایسے ہوتا کہ ان کے لئے دلوں کے کواڑ کھل جاتے اور وہ بڑی آہستگی اور خاموشی سے لوگوں کے عالم باطن میں داخل ہوتے، ٹھیک اس طرح جیسے آپ کی خواب گاہ کے کسی دریچے کی درز سے صبح کی پہلی کرن سبک سبک انداز میں داخل ہوتی ہے جبکہ اس میں نہ تپش ہوتی ہے نہ چبھن... محض آسودگی بخش روشنی کی ایک لکیر!

مولانا مودودی کی شگفتہ مزاجی بس ایسی ہی روشنی کی لکیریں بناتی رہی اور یہ لکیریں کئی انسانوں

کی قسمت کی لکیریں بنتی رہیں۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کام اسی پر ختم نہیں ہو جاتا کہ مولانا کے پُر لطافت جملوں کو ان کے پس منظر کے ساتھ یکجا کر دیا جائے (اور خود یہ کام بھی ابھی حدِ تکمیل کو نہیں پہنچا) بلکہ بڑا کام یہ باقی ہے کہ کوئی صاحب مولانا کی لطافتِ گفتار اور ان کے "شگوفوں" کا ناقدانہ و شارحانہ ادبی جائزہ لے کر یہ واضح کرے کہ مولانا مودودی رحمہ اس میدان میں کیا امتیازات رکھتے ہیں اور ان کی شخصیت پر ان کے اس اندازِ تکلم سے کیا روشنی پڑتی ہے۔

نعیم صدیقی

دیباچہ

ایک عظیم مفسّر و مفکر اور بزرگ سیاست دان کی حیثیت سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے علمی وقار اور سنجیدگی و متانت سے ہر کوئی واقف ہے۔ لیکن عام لوگ اس دلچسپ تاریخی شخصیت کے اس حسین و جمیل پہلو سے ناآشنا ہیں جو مزاح و ظرافت کی حسِ لطیف کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ آپ اپنی تحریروں میں حسبِ موقع طنز اور مزاح کے ہتھیاروں سے کام لیتے ہیں لیکن ان کی گفتگو میں طنز کے تیرِ نشتر کی چبھن اور کاٹ کم اور مزاح کی حلاوت و شیرینی زیادہ ہے۔ وہ مجلس احباب میں ہمیشہ ہشاش بشاش اور حسِ مزاح سے بہرہ ور نظر آتے ہیں ان کی ظرافت پھکڑپن اور تمسخر سے بلند ہے۔ ان کی گفتگو میں برجستگی، شگفتگی اور شستہ مزاج کی آئینہ دار ہیں۔ آپ روایتی خشک مزاجی اور غیر سنجیدہ خوش مزاجی سے کوسوں دور ـــــ ایک وضعدار لیکن نہایت خوش طبع اور شگفتہ کلام علمی اور سیاسی شخصیت ہیں۔ مولانا مودودی لطیفے سنا کر مزاح پیدا نہیں کرتے (اگرچہ موقع کی مناسبت سے کبھی کبھار کوئی لطیفہ بھی سنا دیتے ہیں) بلکہ بات میں سے بات پیدا کر کے مزاح تخلیق کرتے ہیں۔ برجستہ گوئی، شگفتہ گوئی، نکتہ وری اور نکتہ آفرینی کو ان کی پاکیزہ ظرافت کی نمایاں خصوصیات قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور یہ ان کی حیات مبارکہ کا ایک ایسا خوبصورت گوشہ ہے جو ان لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے جنھوں نے مولانا موصوف کا صرف کتابی مطالعہ کیا ہے اور ان کے شخصی مطالعہ سے یکسر محروم رہے ہیں۔

ابوالاعلیٰ بچپن میں ذہین و فطین ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت شریر بھی تھے۔ ان کے دادا سیّد حسن بہت جلالی طبیعت کے مالک تھے۔ اور والد ماجد سیّد احمد حسن بھی نہایت سنجیدہ مزاج اور خاموش طبع تھے وہ ننھے ابوالاعلیٰ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور اپنے سن رسیدہ احباب کی سنجیدہ مجالس میں لے جاتے اس تربیت کا اثر یہ ہوا کہ شریر ابوالاعلیٰ شرارتوں کے بجائے میٹھی اور مزے مزے کی باتیں

کرنے لگا، ابوالاعلیٰ کی والدہ محترمہ حمیدہ بیگم، اپنے سسر اور شوہر کے برعکس نہایت خوش مزاج اور خوش کلام خاتون تھیں۔ اس لئے والدین کی جلالی اور جمالی طبیعتوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی شخصیت کو اگر ایک طرف سنجیدگی اور متانت کا وقار و جلال بخشا تو دوسری طرف شگفتہ کلامی کا پیکر جمیل بھی بنا دیا۔ بالفاظ دیگر ان کی پرکشش شخصیت میں متانت و سنجیدگی اور خوش دلی و خوش کلامی کے دلفریب رنگ نہایت توازن اور خوبصورتی کے ساتھ بھرنے میں ان کے والد محترم کی سنجیدہ مزاجی اور کم گوئی اور والدہ ماجدہ کی پُرمزاح اور شگفتہ طبیعت نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

جن لوگوں کو مولانا مودودیؒ کی خدمت اقدس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مولانا موصوف صرف کتابی آدمی نہیں ہیں۔ وہ ایک خوش گفتار، زندہ دل اور محفل آرا شخص ہیں۔ دوستوں اور عقیدت مندوں کے مجمع میں جب وہ لب کشا ہوتے ہیں تو ان کے منھ سے پھول جھڑتے ہیں۔ آپ اپنی معنی خیز اور پُرلطف گفتگو سے مجلس میں ایک نہایت لطیف اور دلخوش کن فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ مولانا کی خوش گفتاری اور مزاج کی دلآویزی نے ان کی مختلف الحیثیات شخصیت میں ایسی دلکشی و رعنائی بھر دی ہے۔ کہ ان کی محفل میں ایک بار بیٹھ کر بار بار بیٹھنے کو جی چاہتا ہے اور ان سے ایک بار مل کر بار بار ملنے کو دل بے قرار رہتا ہے۔ انھوں نے اتنی بھرپور اور مصروف زندگی گزاری ہے کہ باید و شاید۔ ان کی حیات ایک انار سو بیمار کی مصداق ہے۔ ایک مفکر، محقق اور مصنّف ہے جو مسلسل اپنے رشحاتِ فکر صفحۂ قرطاس پر منتقل کرتا رہا ہے۔ ایک سیاستداں ہے جو لگاتار ملک و قوم کی سیاسی و آئینی گتھیاں سلجھاتا رہا ہے ایک ماہر تعلیم ہے جو اپنے تعلیمی افکار و نظریات کے ذریعہ صحیح اسلامی نظام تعلیم کی اشاعت اور اس کے عملی نفاذ کے لئے سعی و جہد کرتا رہا ہے۔ اور عہد حاضر کا ایک ممتاز ترین عالم دین اور داعی تحریک اسلامی ہے جو دینی مسائل و معاملات میں مسلمانان عالم کی رہنمائی کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ دنیائے انسانیت میں اسلامی فکر کے تعارف اور غلبہ اور دنیائے اسلام میں نظام اسلامی کے قیام کی جدوجہد میں حیاتِ مستعار کے لمحاتِ عزیز صرف کرتا رہا ہے۔ یہ ایک حیران کن بات ہے کہ ایسی ٹھوس اور سنجیدہ علمی و ادبی اور تحریکی سرگرمیوں میں مصروف شخص جب فرصت کی چند گھڑیاں پاتا ہے تو اپنی دلپذیر و دل نشین گفتگو سے محفل کی فضا میں مسرت و انبساط کے دھنک رنگ ابھارتا چلا جاتا ہے۔ ۵۔اے ذیلدار پارک کی

عام عصری محفل ہو یا احباب خاص کی مجلس، ہر جگہ مولانائے محترم کی زندہ دلی اور حاضر جوابی اپنی بہار دکھائے بغیر نہیں رہتی۔ سید اسعد گیلانی کے الفاظ میں "مزاح اور شگفتہ گوئی سے ان کی مجلس ہمیشہ شگفتہ رہتی ہے۔

قافلۂ حق کے راہی چلتے چلتے، تھک ہار کر جب کسی شجر سایہ دار تلے چند لمحوں کے لیے ستانے کے لئے رُک جاتے تو میر کارواں اپنے "تبسم آفریں شگوفہ ہائے تکلم" سے راہ حق کے ان مسافروں کو پھر سے تازہ دم کر دیتا اور یہ کارواں ایک بار پھر نئے عزم و جوش و ولولہ سے سرشار ہو کر اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہو جاتا —— "مولانا مودودی کی شگفتہ مزاجی" میں انہی "شگوفوں" اور ایسے واقعات و حالات کو جمع کر دیا گیا ہے جو مولانا موصوف کی خوش طبعی اور بذلہ سنجی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ گفتگوئیں اور یہ واقعات جو مختلف رسائل، اخبارات اور کتابوں میں بکھرے پڑے تھے۔ موزوں عنوانات کے تحت کتابی شکل میں یکجا کر دئے گئے ہیں۔ اس کتاب میں ایسے غیر مطبوعہ واقعات بھی درج کئے گئے ہیں جو مولانا محترم کے مختلف احباب سے حاصل کئے گئے ہیں۔ یہ سفر ابھی جاری ہے۔ انشاء اللہ اشاعت دوم کے موقع پر تلاش و جستجو کے بعد اس قسم کے مزید واقعات بھی شائع کئے جائیں گے۔

مولانا عبدالرشید صاحب ارشد، حکیم محمد شریف صاحب احسن، مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل، جسٹس مولانا ملک غلام علی صاحب اور مولانا فضل الرحمٰن نعیم صدیقی صاحب کا میں شکر گزار ہوں کہ ان بزرگوں نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود اس کتاب کے بیشتر حصوں کا بغور مطالعہ فرمایا اور مجھے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ مولانا نعیم صدیقی صاحب کا خاص طور پر سپاس گزار ہوں کہ انھوں نے بکمال مہربانی اس کتاب کے لئے بطور تقریظ ایک نہایت قیمتی مقالہ بہ عنوان "موج نور و نکہت" تحریر فرمایا جس نے کتاب کی اہمیت و افادیت میں گرانقدر اضافہ کر دیا ہے۔

عبدالغنی عثمان

پانی کا ہوا ہو جانا

راوی: سید ابوالخیر مودودی، تحریر: فریدالدین احمد

ہمارے ایک عزیز تھے اشفاق احمد صاحب، انھوں نے ایک دن ابوالاعلیٰ سے کہا:

"بتاؤ، غالب کے اس شعر کا مطلب کیا ہے؟

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا"

ابوالاعلیٰ کو اسی وقت باہر سے بالائی کی قلفی والے کی آواز آئی، جھٹ بولے۔

"پہلے قلفیاں کھلایئے پھر میں بتاتا ہوں۔"

اشفاق صاحب نے وعدہ کیا کہ

"میاں! جتنی تم کہو گے قلفیاں کھلائیں گے، مگر پہلے تم شعر کا مطلب بتاؤ۔"

ابوالاعلیٰ نے تشریح کی۔

"ضعف کی وجہ سے میں جو رو نہیں رہا اور سرد آہیں بھر رہا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنسو خشک ہو کر ہوا بن گئے ہیں جو آہوں کی صورت نکل رہے ہیں۔"

اس وقت ابوالاعلیٰ کی عمر بمشکل دس سال تھی۔ اشفاق صاحب بے حد خوش ہوئے پھر ابوالاعلیٰ نے ماشاءاللہ اکیلے آٹھ قلفیاں کھائیں۔

(آتش فشاں نومبر ۱۹۷۹ء صـ۱۱)

پٹاخہ

(سید نقی علی)

مولانا مودودی کے ایک سابق ہم جماعت عبدالغنی صاحب کی روایت ہے کہ ابوالاعلیٰ کو زبان تالو سے چپکا کر چھوڑتے ہوئے بڑی زوردار آواز میں پٹاخہ چھوڑنے میں خاصا ملکہ ہو گیا تھا، وہ اکثر بے تکلف دوستوں کے مجمع میں یہ پٹاخہ چھوڑا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس زمانے کے ناظمِ تعلیمات

مدرسہ فوقانیہ میں معائنے کے لیے آئے۔ جب وہ کلاس میں آئے تو ابوالاعلیٰ سے استاد صاحب نے سوالات کیے جواب انھوں نے بہت اچھے دیے۔ استاد موصوف، پرنسپل صاحب اور ناظم تعلیمات سب خوش ہوئے اور مولانا کو شاباش دی۔ جب معائنہ کرنے والے چلے گئے تو ہم ساتھیوں نے ابوالاعلیٰ کو مجبور کیا کہ وہ پٹاخہ چھوڑیں۔ کافی ردوکد کے بعد آخر انھوں نے پٹاخہ چھوڑا اور پوری عمارت گونج گئی۔ تحقیقات کے لئے اساتذہ آئے لیکن کسی نے نہ بتایا کہ کیا ہوا تھا۔

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا عہد، صفحہ ۱۳۔۱۴)

چیخوف

(مولانا ماہرالقادری)

میرا ایک افسانہ ماہنامہ "ساقی" میں چھپا تھا۔ نواب نثار جنگ بہادر کے ساتھ مولانا مودودی میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ بولے:

- میں نے تمہارا افسانہ "ساقی" میں پڑھا۔ ابتدائی حصہ پڑھنے میں احساس ہوا کہ ہمارے یہاں بھی ایک چیخوف پیدا ہو گیا مگر تم نے آخر میں جاکر وہ معاشقہ لڑایا کہ افسانہ کی ساری خوبی خاک میں مل گئی۔

مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں۔ مرتب: محمد یوسف صفحہ ۳۴۸

زندگی ایک چٹخارہ چاہتی ہے

(سید انصار ناصری)

ایک مرتبہ مولانا مودودیؒ سے دلّی کے ریلوے اسٹیشن پر ملاقات ہوئی تھی۔۔۔ اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ مولانا نہایت نپے تلے سوالات کرتے اور ہم ان کے اناپ شناپ جواب دیتے رہے۔۔۔ پھر انھوں نے اپنی پانوں کی ڈبیا اور چھالیے اور الائچی سے بھرا خوبصورت سا بٹوہ نکالا اور بڑے میٹھے انداز میں دریافت کیا:

"پان ملاحظہ کیجیے گا، پیش کروں؟"

ہم نے انکار کرتے ہوئے اپنے سروں کو زور زور سے جنبش دی۔ پھر ہم میں سے کسی نے مولانا سے خاصی گستاخی کے ساتھ سوال کیا۔

"مولانا! آپ اتنے پان کیوں کھاتے ہیں؟ بیکار سی چیز ہے۔"

مولانا نے معمول سے ذرا زیادہ کشادہ قسم کا اور کسی قدر طویل تبسم فرمایا اور گویا ہوئے:

"جی ہاں! ہے تو بیکار سی چیز، مگر انسان کو زندگی میں بہت سی بیکار چیزوں کا انگیز کرنا پڑتا ہے بات دراصل یہ ہے کہ زندگی ایک چٹخارہ چاہتی ہے۔ کچھ لوگ سگریٹ، حقے اور دوسری اشیاء سے چٹخارہ حاصل کرتے ہیں۔ مجھے پان سے یہی چٹخارہ مل جاتا ہے، بس اتنی سی بات ہے!"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، اپریل ۸۰ء صفحہ ۸۸)

نالۂ نیم شبی

راوی: مولانا محمد افضل بدر، تحریر: سید ظفر حسین

دسمبر ۳۸ء میں ہم چند دوست رات کے ایک ڈیڑھ بجے مولانا کے گھر گئے تو ان کے کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو میرے ایک دوست نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا:

"عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی"

مولانا بولے! "آہِ سحر گاہی تو ہمارے نصیب میں نہیں مگر نالۂ نیم شبی ضرور ہے۔"

(ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۸۰ء صفحہ ۱۴)

خلافِ سنت

روایت: مولانا صدرالدین اصلاحی

بالکل ابتدائی زمانے کی بات ہے کچھ حضرات مولانا سے ملنے اور دارالسلام دیکھنے آئے تھے عصر کے بعد ٹہلتے وقت میں نے مولانا کو بتایا کہ آج جو صاحبان آئے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ مولانا سنّت کے مطابق رہتے سہتے ہوں گے۔ گاڑھا گزی پہنتے ہوں گے۔ کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتے ہوں گے۔ چٹائی پہ بیٹھ کر کام کرتے ہوں گے۔ مگر یہاں تو بہت کچھ خلافِ سنّت نظر آرہا ہے۔

مولانا نے ان لوگوں کی اس تنقید کو سُن کر فرمایا: "آپ نے ان سے کہا نہیں کہ ۳۸-۱۹۳۹ء میں پیدا ہونا بھی تو خلافِ سنّت ہے۔"

(روزنامہ جسارت کراچی۔ سید مودودی نمبر صفحہ ۲۶۵)

قرآن السُّعداء

مولانا سید ابوالحسن ندوی

میری پہلی ملاقات ان سے لاہور میں اگست ۱۹۳۹ء کی کسی تاریخ میں ہوئی، میں اور رفیقِ محترم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ایک دینی مہم اور تلاش کے سلسلہ میں بلوچستان کا سفر کر رہے تھے۔ اس ملاقات میں مولانا نعمانی اور مولانا حبیب اللہ صاحب (فرزند اکبر حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ) بھی ساتھ تھے، مجھے یاد ہے کہ ملتے ہی مولانا نے کہا۔

"آج قرآن السعدین ہی نہیں قرآن السُّعداء ہوگیا"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۳۵)

آٹھویں دن کی دعا

روایت: مولانا صدرالدین اصلاحی

غالباً ۱۹۴۰ء کی بات ہے جب ہم لوگ لاہور میں تھے کچھ حضرات مولانا سے ملنے آئے۔ مولانا نے لوگوں سے میرا تعارف بھی کرایا تو وہ لوگ کہنے لگے۔

"ارے یہ ہیں صدرالدین اصلاحی! ہم تو ان کے مضامین پڑھ کر یہ سمجھے ہوئے تھے کہ یہ کوئی معمر اور صاحبِ جبہ و دستار مولانا ہوں گے۔ ان کی تو ابھی داڑھی بھی نہیں نکلی ہے"

مولانا نے یہ آخری فقرہ سُن کر فرمایا:

"ہاں، نہیں نکلی ہے اور یہ ہر آٹھویں دن دعا کرتے ہیں کہ ابھی نہ نکلے"

بات دراصل یہ ہے اس وقت داڑھی نکلی تو نہ تھی مگر دو چار روئیں ضرور نکلے تھے جنہیں میں نوچ یا کاٹ دیا کرتا تھا۔ "ہر آٹھویں دن" کا اشارہ جمعہ کے دن کی طرف تھا۔ مولانا کے اس سراپا تیر و نشتر فقرے نے مجھ پر گھڑوں پانی ڈال دیا تھا۔ شاید گھنٹوں کی تذکیر و تنبیہہ اور افہام و تفہیم کا وہ اثر نہ ہوتا جو مولانا کے اس ایک ظرافت آمیز فقرے کا ہوا۔ (روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۹۶)

مفتر یا مُسکر

راوی: حکیم محمد یونس: تحریر: صابر کلوروی

ایک دفعہ یہ ہوا کہ ہم ..... پونچھ روڈ (لاہور) پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مسعود عالم ندوی صاحب اور اصلاحی صاحب موجود تھے۔ پشاور کے مشہور طبیب حکیم عبدالرؤف صاحب نے مولانا سے پوچھا کہ "افیون

بقیہ صفحہ ۱۷ پر

صفحہ ۲۶ کے بعد

آخری پان کھا لیا جائے "

پوچھا گیا: "آخری کیوں ؟"

ہنستے ہوئے فرمانے لگے: "بس اب طلاق دے رہا ہوں"

پان جیسے دیرینہ رفیق کے بارے میں مولانا کا یہ فیصلہ سن کر میں نے پوچھا: "کیا جیل کے بعد بھی یہ طلاق جاری رہے گی؟"

تو فرمایا: "نہیں! یہ طلاق رجعی ہے، مغلظ نہیں!!"

یوں یہ شخص ہنستے ہنساتے، مصافحہ کر کے نامعلوم مدّت کی قید کے لئے مسلح پہرے میں جیپ گاڑی کے اندر بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔

(مولانا مودودی ایک تعارف)

گوشۂ عافیت

مولانا، نیو سینٹرل جیل ملتان سے حکیم محمد شریف صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

میں جس اصلاح کے لیے کام کر رہا تھا اس کے راستے میں پتھر کے پہاڑ حائل نہیں تھے بلکہ گندگی و غلاظت کے فلک بوس انبار حائل تھے۔ میں نے تو خدا کی خاطر اس گندگی کو صاف کرنے کے لئے قدم اٹھایا تھا اور جو غلاظت کے چھینٹے مجھ پر پڑنے شروع ہو گئے تھے۔ ان کو صبر کے ساتھ برداشت کر رہا تھا مگر میرے خدا نے مجھ سے چوہڑوں اور بھنگیوں کا کام لینا پسند نہیں کیا۔ اس لئے مجھے ایک گوشۂ عافیت میں لا کر بٹھا دیا اور اب وہ گندگی کے انبار انہی لوگوں کے سروں پر اٹھوا کر پھنکوا رہا ہے جن کی وہ گندگی ہے۔ یہ کام ابھی ادھورا ہے، ابھی ایک ہی انبار صاف ہوا ہے چند انبار ابھی باقی ہیں۔ بلکہ غلاظت کا اصلی اور سب سے بڑا اڈھیر تو ابھی جوں کا توں رکھا ہے۔ اس لئے میرے باہر آنے کا ابھی موقع نہیں ہے جس روز یہ کام تکمیل کے قریب ہوگا۔ آپ لوگ انشاءاللہ مجھے اپنے درمیان پائیں گے۔"

(مکاتیب زنداں۔ مرتبہ حکیم محمد شریف صفحہ نمبر ۶۳)

مائی پیر

راوی مولانا محمد احمد۔ تحریر: خوشنود علی خاں

سیفی ایکٹ والی بیس ماہ کی سزا کے بعد جب مولانا جیل سے رہا ہو کر آئے۔۔۔ تو ہم نے ان

بقیہ صفحہ ۲۷ پر

مُسکر ہے یا مفتر" (یہ سُکر لاتی ہے یا ذہن کو ماؤف کرتی ہے)

مولانا نے تقریباً اچھے موڈ میں حکیم صاحب کو ایک واقعہ سنایا، انھوں نے کہا! "میرے ایک عزیز کے رشتہ داروں میں ایک معمر آدمی تھے۔ وہ افیون کھایا کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ رات میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ایڑ لگائی، وہ ایک ہی جست میں دہلی سے آگرہ پار کر گیا میں اپنے گھوڑے سے بہت خوش ہوا، میں نے اس کی گردن اور سر پر تھپکی دی اور کہا شاباش بیٹا شاباش، اتنے میں دیکھا کہ وہ گھوڑا نہیں تھا۔ مرغ تھا" یہ واقعہ سنانے کے بعد مولانا نے فرمایا: "حکیم صاحب! اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ افیون مفتر ہے یا مسکر" (قومی ڈائجسٹ لاہور نمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۶۴)

بے ہمہ با ہمہ

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں انشاء اللہ ۳ جنوری (۱۹۴۱ء مرتب) کو لکھنؤ پہنچوں گا۔ میرے قیام کے لئے کوئی مناسب انتظام کرنا، آپ کا ذمہ ہے . . . . علی گڑھ میں میں نے اولڈ بوائز لاج کو پسند کیا تھا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ ہر خیال اور ہر گروہ کے آدمی مجھ سے بے تکلف ملے۔ ایسی ہی کوئی جگہ میں لکھنؤ میں چاہتا ہوں، میں چونکہ بے ہمہ ہوں اس لئے خدا نے مجھے با ہمہ بھی بنا دیا ہے۔ سخت قسم کے دہریہ اور کمیونسٹ بھی مجھ سے اسی طرح ملتے ہیں جس طرح مومنینِ صادقین . . . ."

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۲ بحوالہ تعمیرِ حیات لکھنؤ)

غالبِ خستہ کے بغیر . . .

۱۹۴۲ء کے آخر کی بات ہے۔ ایک نوجوان مولانا سے ملاقات کے لئے اسلامیہ پارک لاہور پہنچتا ہے لیکن مولانا ۱۹۴۲ء کے وسط ہی میں دوبارہ دارالسلام پٹھان کوٹ منتقل ہو چکے تھے۔ وہ نوجوان ملاقات کے اشتیاق میں دارالاسلام پہنچ جاتا ہے۔ (مرتب)

نمازِ عصر کا وقت قریب تھا۔ سرسبز پس منظر میں دارالسلام کی مسجد کے سفید مینار عجیب دل رُبا نقشہ پیش کر رہے تھے۔۔۔۔ بستی کے مکین ایک ایک کر کے مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ آخر میں مولانا تشریف لائے۔ نوجوان نے آگے بڑھ کر مولانا سے مصافحہ کیا۔ مولانا نے پہچان کر فرمایا: "اخاہ آپ"

نوجوان نے کہا! "مولانا! لاہور تو آپ کے بغیر سُونا ہو گیا ہے"

مولانا نے بے ساختہ فرمایا: ؎

"غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا، کیجئے ہائے ہائے کیوں"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۱)

سکھ کا دماغ

روایت۔ ملک غلام علی

دارالسلام کا ایک لطیفہ سنئے۔ ایک سکھ ڈاکیا آیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ آیا تو اس نے جو میزان بنایا، وہ غلط تھا۔ مولانا نے کہا "یہ میزان ٹھیک نہیں ہے"۔

ڈاکیے نے دوبارہ حساب لگایا اور کہنے لگا۔

"نئیں جی! میرا حساب ٹھیک اے، تہانوں غلطی لگی اے۔ تہاڈا حساب غلط ہووے گا" "نہیں جی میرا حساب درست ہے، آپ کو غلطی لگی ہے، آپ کا حساب غلط ہو گا"

مولانا نے اپنا حساب پھر چیک کیا، تو کوئی غلطی نہ تھی۔ مولانا نے کہا:

"نہیں بھئی! آپ کے حساب میں غلطی ہے۔ آپ چیک کریں"

آخر اس نے کہا! "آپ کا حساب ٹھیک ہے جی، مجھ سے غلطی ہو گئی تھی"

تو مولانا نے کہا! "آخر کیا بات ہے، آپ کو دوبارہ غلطی کیوں لگی؟"

وہ کہنے لگا! "جی! سکھ کا دماغ جو ہوا"

مولانا ہنس پڑے اور کہنے لگے۔

"بھئی! جس طرح آپ سر کے بال رکھتے ہیں، یہ بڑی غیر فطری سی چیز ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ سر کے اوپر اتنا بڑا سا پگڑ باندھ لیتے ہیں"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۰۹)

سیدانی کا جلال

نسیم آراء

مولانا کی بڑی بچی حمیرا کوئی سال بھر کی ہوگی، وہ بہت سُرخ وسفید، موٹی تازی اور از حد خوبصورت بچی تھی۔ ایک دن اسے کسی بات پر غصہ آگیا تو خوب خوب چیخی اور ایسی آوازیں نکالیں جیسے گھر بھر کو جھڑکیاں دے رہی ہو۔ مولانا تک اس کی آواز چلی گئی، تو اپنے کمرے میں سے پکارے :

"ارے یہ میری سیدانی کو کس پر جلال آرہا ہے"

(ماہنامہ مقبول لاہور، سید مودودی نمبر، ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۰)

اوُرسی سی کرتے رہے!

خواجہ غفور احمد

امرتسر میں پہلی ملاقات کے دوران میں سرخ مرچوں کی "افادیت" کا ذکر چل نکلا، ایک صاحب نے فرمایا: "ڈاکٹروں کی تازہ ترین تحقیق ہے کہ سرخ مرچوں میں وٹامن "سی" ہوتے ہیں"۔ مولانا نے ایک لمحے کی تاخیر کے بعد فرمایا: "جی ہاں، اب تو آپ یقین کر ہی لیں گے، کیونکہ ڈاکٹروں نے تحقیق کر کے کہا لیکن ہم تو عمر بھر سرخ مرچیں کھاتے "اوُرسی سی" کرتے رہے، مگر کسی نے مان کر نہیں دیا"۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، قائد انقلاب نمبر، ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱۱۹)

قیادت

مولانا جلیل احسن ندوی

مولانا مودودیؒ نے بریلی مجھے خط لکھا کہ ایک نہری انجینئر جو جماعت کے ہمدرد ہیں، عربی پڑھنا چاہتے ہیں، تم آسکتے ہو؟ میں نے حامی بھر لی اور دارالسلام پہنچ گیا، میری ملاقات مولانا سے اس وقت ہوئی جب وہ والی بال کا پول تھامے کھڑے تھے اور وہاں کے رفقاء کھیل رہے تھے۔ سلام اور مصافحہ کے بعد فرمایا : "میں ان کھیلنے والوں کی قیادت کر رہا ہوں"۔

اور سب مسکرا دیے۔ اس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ مولانا خوش طبع آدمی ہیں۔

ہفت روزہ ایشیا لاہور

۱۷ جنوری ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۰، بحوالہ "ذکری" رامپور یوپی

دبلے پتلے لوگ

راوی: محمد یحییٰ، تحریر: فضل عظیم

محمد یحییٰ صاحب، جو کہ ایک پرانے تحریکی کارکن ہیں۔ دبلے پتلے جسم کے مالک ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں آپ عین عالم شباب میں اپنا گھر بار چھوڑ کر دارالاسلام پہنچے۔ موصوف مولانا مودودی سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مولانا نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: (مرتب)

"تو آپ ہیں یحییٰ صاحب! ہمارے حصے میں دبلے پتلے اور چھوٹے قد کاٹھ کے لوگ ہی آتے ہیں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۷۴)

گاڑی کے ڈبے اور اُگالدان

مولانا نعیم صدیقی

ایک بار (جبکہ انگریزی دورِ حکومت تھا) کہنے لگے کہ "ان انگریزوں نے اپنی عادتِ بد کا تو اتنا اہتمام کیا ہے کہ گاڑی کے اونچے درجے کے ڈبوں میں شراب کے پیگ رکھنے کے اسٹینڈ لگا رکھے ہیں تاکہ راستے میں بھی — ضرورت ہو تو لیٹے لیٹے — شراب کی چسکیاں لی جاتی رہیں لیکن ان کمبختوں کو ہمارے پان کا لحاظ نہیں کہ اگالدان لگوا دیے ہوتے۔ اسلامی نظامِ حکومت کبھی آیا تو گاڑیوں کے ڈبوں میں اگالدان ضرور لگیں گے۔

(نقوش لاہور، شخصیات نمبر ۲، اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۱۹۵)

چارہ

راوی: ڈاکٹر عبدالکریم، تحریر: عبدالغنی فاروقی

۱۹۴۴ء میں مولانا مودودی، تفہیم القرآن کے انگریزی مترجم چودھری محمد اکبر مرحوم کے گاؤں مرادپور سیالکوٹ میں کچھ عرصہ آرام کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے، ان دنوں کی یادیں تازہ کرتے ہوئے چودھری صاحب کے برادرِ خورد ڈاکٹر عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں۔ مرتب

کھانوں میں پلاؤ، مولانا کو بہت مرغوب تھا۔ شلجم یا دوسری سبزیوں کو چنداں پسند نہ فرماتے خصوصاً ساگ کے ساتھ وہ ایک مرتبہ بھی مصالحت نہ کر سکے۔ اس کے برعکس چودھری صاحب ساگ اور سبزیاں بہت پسند کرتے۔ ایک مرتبہ ان کی ترغیب پر مولانا نے ساگ پکوایا مگر کھانے کی

نوبت نہ آئی، فرمایا:

"چودھری صاحب! یہ تو چارہ کھانے والی بات ہے"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۹۹)

کپکپی

راوی: ڈاکٹر عبدالکریم۔ تحریر: عبدالغنی فاروق

چودھری محمد اکبر صاحب "گنے" کے بڑے شوقین تھے انھیں گنا چوستے ہوئے دیکھ کر ایک مرتبہ مولانا نے کہا:

"چودھری صاحب! گنا آپ چوستے ہیں اور کپکپی مجھ پر طاری ہوجاتی ہے"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۹۹)

مخرام

حکیم محمد شریف احسن

یہ غالباً ۱۹۴۵ء کی بات ہے جب راقم دارالسلام میں مقیم تھا۔ جاڑے کا موسم تھا۔ میں مسجد میں بیٹھا تھا۔ عشاء کی اذان ہوچکی تھی اور بجلی غائب ہوجانے کی وجہ سے مسجد کے اندر گھپ اندھیرا تھا۔ مجھے کسی آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ میرے منہ سے فوراً نکلا! "آہستہ خرام"

ایک صاف ستھرے اور شگفتہ لہجے میں معاً آواز آئی! "بلکہ مخرام"

یہ آنے والے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تھے۔ اور یہ فرحت آمیز اور تبسم آفریں آواز بھی اسی شگفتہ مزاج شخصیت کی تھی۔

یہ فقیر لوگ

محمد حسنین سید

الٰہ آباد اجتماع (اپریل ۱۹۴۶ء) کے موقع پر شوریٰ کا بھی اجلاس تھا۔ ایک صاحب نے کہا:

"شہر سے بہت سے فقیر آگئے ہیں اگر انھیں کچھ دیا جائے تو شہر جاکر دوسرے فقیروں کو خبر کردیں گے اور پھر سب ہلہ بول دیں گے۔ اگر نہ دیں تو جاکر شکایت کریں گے کہ جماعت کے لوگ بڑے بداخلاق ہیں"

مولانا نے فرمایا! "نہیں جناب یہ فقیر لوگ بڑے حوصلہ مند ہوتے ہیں۔ دَر دَر کی ٹھوکر کھانے اور جھڑکیاں سننے کے باوجود ہمت نہیں ہارتے، ان کا مسلک ہے کہ

؎ "کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

(ہفت روزہ ایشیا لاہور، ۱۳ جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۳)

پاکستان پر "قبضہ" کی تیاری

سید نقی علی

۲۵ ستمبر ۱۹۴۶ء کو مولانا شملہ گئے۔ یہاں قیام کے دوران وہاں کی جامع مسجد کے امام صاحب کے لڑکے مولانا سے ملنے آئے اور مولانا سے سوال کیا۔

"مولانا! آپ تحریک پاکستان کا ساتھ کیوں نہیں دے رہے ہیں؟"

مولانا نے فرمایا! "میں نے تحریک کی مخالفت تو نہیں کی ہے اور نہ میں آپ کا راستہ روک رہا ہوں، پاکستان آپ ضرور بنائیے۔ میں تو اس وقت اس بات کی تیاری کر رہا ہوں کہ جب آپ پاکستان بنا چکیں تو میں اس پر قبضہ کر لوں۔"

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا عہد، صفحہ ۲۷۔۳)

ہائے وہ مشاعرے

مولانا ماہر القادری

میں نے دہلی میں ان سے کہا: "میں جماعت اسلامی میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔"

مسکرا کر فرمایا: "پہلے مشاعروں سے اچھی طرح سیر ہو لو پھر ادھر آنا۔ یہ نہ ہو کہ جماعت میں شامل ہو کر پھر پچھتاؤ کہ ہائے وہ مشاعرے اور وہ لذتیں کیا ہوئیں؟"

(مولانا مودودی۔ اپنی اور دوسروں کی نظر میں، مرتب محمد یوسف ص ۱۵۵)

چھپا نہیں، چھپا ہے!

مولانا محمد یوسف اصلاحی

ایک بار سہارن پور کے ایک مخلص نے مولانا کو لکھا! "یہاں کے بڑے بڑے علماء آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ کا علم محض سطحی ہے۔ آپ نہ کسی درس گاہ کے فارغ ہیں نہ کسی واقعی

صاحبِ علم سے آپ نے باقاعدہ دین حاصل کیا ہے۔ بس یونہی کچھ دینی معلومات حاصل کرلی ہیں۔ براہ کرم آپ بتائیے، کیا واقعی آپ نے باقاعدہ دینی علوم حاصل نہیں کئے ہیں۔ ان علماء کی باتیں کس حد تک صحیح ہیں؟"

مولانا نے دو جملوں کا جواب لکھ کر بھیجا۔

"میں نے جو کچھ لکھا اور پڑھا ہے اور جو کچھ ہضم کیا ہے، وہ چھپا ہوا نہیں ہے چھپا ہوا ہے۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور، ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۲۸)

عاشق کا جنازہ

مولانا نعیم صدیقی

"دارالسلام" کے دور میں ایک مرتبہ ترجمان القرآن کا فرنیچر لاہور سے بذریعہ ریل گیا تھا۔ سرنا اسٹیشن سے اسے دو فرلانگ دور لے جانا تھا۔ بالمعاوضہ حمّالی کا کوئی قابلِ حصول انتظام تھا نہیں، اس لئے ہم سب مدیر ترجمان القرآن سمیت اس مہم کو نکلے۔ کرسیاں، میزیں اور دوسری چھوٹی چیزیں تو ایک ایک دو دو آدمیوں کے ذریعے جا سکتی تھیں، البتہ ایک بڑی الماری کا بوجھ "اجتماعی مہم" چاہتا تھا۔ سو اُسے کئی آدمی باری باری کندھا دیتے ہوئے لے چلے جن میں خود مولانا مودودی بھی شامل تھے۔ وہ کبھی ادھر سے سنبھالتے، کبھی ادھر سے سہارا دیتے اس موقع پر خوب کہا کہ:

"عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔"

(نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۱۸۵، ۱۱۸۶)

ہمہ یارانِ دوزخ

ملک غلام علی

قیامِ پاکستان کے بعد جب ہم لوگ لاہور پہنچے تو مرکزی ادارے کے سارے افراد کے لئے رہائشی مکانات کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ آخر کرائے کے چھوٹے چھوٹے خیمے (چھولداریاں) لے کر انھیں ایک کھلے افتادہ میدان میں گاڑ دیا گیا اور انہی میں ہم سب لوگ اقامت گزیں ہو گئے۔ مولانا محترم اور جماعت سے حُسنِ ظن رکھنے والوں کو جب اس کا علم ہوا تو انھوں

نے فوری طور پر آکر مولانا کے لئے مکان کی پیش کش کی... سردی اور برسات کا موسم قریب تھا۔ اس طرح کی خانہ بدوشانہ زندگی کا تجربہ ہم میں سے کسی کو نہ تھا... اس کے باوجود مولانا اس طرح کی پیش کشوں کے جواب میں شکریے کے ساتھ یہ کہہ کر معذرت کر دیتے تھے کہ:

"ہمہ یارانِ دوزخ، ہمہ یارانِ بہشت!"

(مولانا مودودی، اپنی اور دوسروں کی نظر میں، مرتب محمد یوسف، ص ۳۸۱)

شیرانوالا کے شیر

ام زبیر

قیام پاکستان کے بعد مولانا مودودیؒ کا ہفتہ وار درس قرآن گوالمنڈی لاہور میں ملک نصراللہ خاں عزیز مرحوم کے مکان کی چھت پر باقاعدہ ہوتا تھا...... ہم شیرانوالا سے سات آٹھ افراد باقاعدگی سے جاتے تھے۔ اور دو تانگے بھر جاتے تھے۔ ایک اجتماع میں صرف ہم تین چار تھے مولانا محترم نے ایک نظر مجمع پر ڈالی، طبیعت میں مزاح تو تھا ہی، کہنے لگے:

"کیوں بھئی! آج شیرانوالا سے صرف تین شیر حاضر ہیں۔ باقی تین کہاں ہیں؟"

مجمع میں ہلکا سا قہقہہ اُبھرا۔

(ماہنامہ بتول لاہور، سید مودودی نمبر، ستمبر ۱۹۸۰ء، ص ۹۵)

ملکہ وکٹوریہ کا تاج

مولانا نعیم صدیقی

مرکز کی گاڑی کی چھت پر سامان رکھنے کے لئے ایک مربع شکل کا جنگلا لگوایا گیا تھا۔ یاد نہیں، کب کی بات ہے، ہم مولانا کے ساتھ گاڑی کے انتظار میں لاہور کی کسی سڑک پر کھڑے تھے، دور سے اسی رنگ اور ماڈل کی کوئی گاڑی آتی دکھائی دی۔ کسی نے کہا کہ "لیجئے گاڑی آگئی"!

مولانا نے ایک نگاہ ڈالی اور کہا: "نہیں ——— اس کے سر پر وہ ملکہ وکٹوریہ کا سا تاج نہیں ہے!"

(نقوش لاہور، شخصیات نمبر ۲، اکتوبر ۱۹۵۶ء، صفحہ نمبر ۱۱۸)

اک بندۂ کمینہ

راوی: نوابزادہ نصراللہ خاں، تحریر: فضل عظیم

مولانا مودودی سے میری پہلی ملاقات پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد چھرہ میں ایک مشترک

دوست کے مکان پر ہوئی تھی۔ میں جب اپنے چند احراری دوستوں کے ساتھ پہنچا تو آغا شورش کاشمیری وہاں پہلے سے موجود تھے۔ مولانا مودودی کی طبیعت بڑی شگفتہ تھی۔ بلا کے حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے۔ ملاقات کے بعد مولانا مودودی، آغا شورش کاشمیری اور میں تینوں اکٹھے جا رہے تھے۔ ایک جگہ مسجد کے ساتھ کسی صاحب (جن کی شہرت اچھی نہ تھی۔ مرتب) کا مکان تھا۔ شورش کاشمیری نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ع

"مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے"

اس پر مولانا مودودی فوراً بولے: "بھئی یوں کیوں نہیں کہتے کہ ع

"ایک بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے" (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، ستمبر ۱۹۸۰ء ص ۱۳۴)

اگر پریشانی سے بچنا ہے تو

راوی: مولانا محمد احمد، تحریر: خوشنود علی خاں

۱۹۴۸ء میں مطالبۂ نظام اسلامی اٹھا۔ . . اس سلسلے میں ہمارا راولپنڈی ڈویژن کا اجتماع تھا۔ مولانا نے بھی خطاب کیا۔ وہاں سے اٹھ کر اجتماع گاہ کے قریب ہم ایک مسجد میں نماز پڑھنے گئے۔ میں مولانا ئے محترم کے ساتھ تھا مگر احتراماً ذرا پیچھے ہو کر چل رہا تھا۔ مسجد پہنچے تو مولانا نے جوتے اتارے مولانا اپنی جوتی اٹھانے کے لئے جھکے کہ میں نے احتراماً مولانا کا جوتا اٹھا لیا۔ لیکن اسی دوران مولانا نے جلدی سے میرا جوتا اٹھا لیا۔

مولانا نے فرمایا: "آپ مجھے پریشان کرنے کے لئے میرا جوتا اٹھا رہے ہیں۔ لہذا میں آپ کو پریشان کرنے کے لئے آپ کا جوتا کیوں نہ اٹھاؤں۔ اگر پریشانی سے بچنا ہے تو میری جوتی واپس کریں"

اور مجھے جوتے واپس کرنے پڑے۔ (ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۸۰ء ص ۱۲)

اقراری مجرم

مولانا نعیم صدیقی

مولانا مودودی کی پہلی گرفتاری (۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء) سے قبل ملک کا ریڈیو اور بعض اخبارات مولانا موصوف پر یہ الزام تراشی کر رہے تھے کہ انھوں نے جہادِ کشمیر کو حرام کہا ہے اور یہ کہ وہ ملک کے غدار ہیں۔ لاہور کا ایک اخبار خاص طور پر ان کے خلاف اداریے لکھ لکھ کر حکومت کو ان کی گرفتاری

پر اکسارہا تھا۔نعیم صدیقی صاحب چاہتے تھے کہ اس اخبار کے الزامات کی تردید کی جائے (مرتب)

مولانا مودودی مزاحًا کہنے لگے !" تردید کیوں ؟ صاف کہیئے کہ ہم لوگ اقراری مجرم ہیں"۔

بس اتنے فقرے نے مجھے اور دوسرے شرکائے مجلس کو متاعِ عزم وہمت سے مالامال کر دیا اور اس وقت میرے ذہن میں ایک مصرع نمودار ہوا۔ اگلی صبح تک نظم مکمل ہوگئی جس کا عنوان یہی مصرع تھا۔ہم لوگ اقراری مجرم ہیں۔

(مولانا مودودی ، ایک تعارف صفحہ ۹۰)

ڈرائی کلیننگ

مولانا نعیم صدیقی

۱۹۴۸ء میں پہلی گرفتاری سے کچھ ہی قبل مولانا نے لائل پور (فیصل آباد) اور جھنگ کا سفر کیا تھا۔بہت سے لوگ ساتھ تھے۔ میں بھی تھا۔ ایک مقام پر کار کسی ضرورت سے رو کی گئی۔چودھری محمد اکبر صاحب فطرت کے بلاوے پر لبیک کہہ کر لوٹے ، تو مولانا نے پوچھا:

کیا پانی کہیں سے مل گیا ہے ؟

چودھری صاحب نے کہا! " نہیں ، دوسری طرح کام چلانا پڑا ہے"۔

مولانا نے فوراً کہا! " اچھا! تو یوں کہیئے کہ ڈرائی کلیننگ کی ہے"۔

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں ۔ مرتب۔ محمد یوسف صفحہ ۴۱۶)

طلاق رجعی

مولانا نعیم صدیقی

۴ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو مولانا مودودی کی پہلی گرفتاری عمل میں آئی۔ درج ذیل سطور میں اس گرفتاری کی دلچسپ روداد بیان کی گئی ہے ۔ (مرتب)

مرکز (رہائش گاہ سید مودودی) میں درسِ قرآن آخری مرحلے پر تھا۔ وہ ختم ہوا تو ڈی ایس پی صاحب جو وہاں موجود تھے ۔ انھوں نے مولانا سے علیحدگی میں بات کرنے کی خواہش کی اور بات ہوگئی بلکہ فوراً ہی بات کھل گئی۔ مولانا کھانا کھانے اور تیار ہونے کے لئے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد مولانا کا بستر آگیا۔ پھر کچھ وقفے کے بعد مولانا شیروانی پہنے ٹھیک اسی طرح ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ نمودار ہوئے جیسے وہ کسی سفر پر جاتے ہوئے دکھائی دیتے تھے ۔ کوئی فرق نہ تھا اور برآمدے کے کنارے پر کھڑے کھڑے انھوں نے یہ کہہ کر پان طلب کیا کہ! " ڈبیہ بٹوا کہاں ہے؟

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

صفحہ ۱۶ کے بعد

کو موجودہ سرگودھا ڈویژن کے دورے کی دعوت دی . . . سرگودھا، میانوالی اور لائل پور (فیصل آباد) کے اجتماعات کو نبٹا کر جب ہم جھنگ جا رہے تھے. تو ہمارے پاس دو گاڑیاں تھیں. میں مولانا کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ایک دو اور رفقا بھی تھے . میں نے کہا:

"مولانا! ہم نے پوری کوشش کی ہے مگر ضلع جھنگ میں جماعت کی دعوت آگے نہیں بڑھ رہی اور لوگ سنجیدگی سے دعوت قبول نہیں کرتے، ہم بڑے پریشان ہیں"

جواب میں مولانا نے مزاحیہ انداز میں فرمایا:

"جو لوگ ایک مغویہ خاتون کو "مائی ہیر" قرار دے کر پوجا شروع کر دیں۔ ان کو آپ کی خدا پرستی کی سنجیدہ دعوت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے"

(ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۹۷ء صفحہ ۲۱)

میم صاحبہ اور اسلام

مولانا مودودی ۲۲ جولائی ۱۹۵۰ء کی اپنی ایک تقریر میں "قرارداد مقاصد" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مرتب

"درحقیقت یہ ایک ایسی بارش تھی جس سے پہلے نہ کوئی گھٹا اٹھی اور نہ جس کے بعد کوئی روئیدگی پیدا ہوئی . . . . ان حضرات کے قرارداد مقاصد پاس کرنے کی حقیقت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی میم صاحبہ کسی مسلمان نواب یا رئیس زادے سے نکاح کرانا چاہے اور وہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے وراثت کے حقوق اور مسلمان سوسائٹی میں برابری کے حقوق حاصل کرنے کے لئے کلمۂ اسلام پڑھ لے۔ نہ اس کلمے سے پہلے اس کی زندگی میں کوئی تغیر آئے، نہ اس کے بعد کوئی تبدیلی رونما ہو۔ جیسی میم صاحبہ وہ پہلے تھیں ویسی ہی میم صاحبہ وہ بعد میں رہیں۔ ہمارے ہاں اسلام کا نام لینے والوں کا حال بھی ان میم صاحبہ کا سا ہے"

(مولانا مودودی کی تقاریر حصہ اول، مرتبہ: ثروت صولت صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

اگر ہم برسر اقتدار آئے تو . . . . .

روایت: جوش ملیح آبادی

حیدر آباد دکن کے قیام کے دوران سید ابوالخیر مودودی کا جوش ملیح آبادی سے کافی ملنا جلنا

تھا۔ اپنے بڑے بھائی کی وجہ سے مولانا مودودی کے تعلقات بھی جوش صاحب سے قائم ہو گئے، لیکن بعد میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تعلقات میں کمی واقع ہوتی چلی گئی ــ پاکستان بننے کے بعد تو دونوں کے درمیان ملاقاتوں کا سلسلہ تقریباً اختتام کو پہنچ گیا۔ کبھی کبھار جوش صاحب مولانا محترم سے ملاقات کرنے کے لئے آجاتے تو ہنسی مذاق کی گفتگو رہتی۔ مولانا جوش صاحب کے ملحدانہ خیالات کی وجہ سے انھیں مذاق میں کہتے تھے۔ مرتب۔

"اگر ہم برسر اقتدار آئے تو آپ کو پاسپورٹ دے دیں گے، یہاں سے چلے جانے کا!"

(آتش فشاں لاہور نومبر ۱۹۷۹ء ص ۱۷)

تیرتی گاڑی اور پان

راوی: ملک محمد امین۔ تحریر: عبدالغنی فاروق

مولانا کو پروگرام کے مطابق دوپہر کے وقت کوئٹہ پہنچنا تھا، مگر گاڑی بہت لیٹ آئی اور عشاء کے قریب کوئٹہ پہنچی۔ معلوم ہوا کہ راستے میں جیکب آباد کے قریب موسلا دھار بارش ہوئی تھی اور ریل کی پٹڑی بھی زیر آب آگئی تھی۔ چونکہ اس روز انھیں علماء سے ملاقات کرنی تھی اور وہ منتظر بیٹھے تھے۔ اس لئے معذرت کرتے ہوئے فرمایا: "بھئی! آج پہلی مرتبہ گاڑی کو پانی میں تیرتے ہوئے دیکھا" پھر پاندان کھولا، انھیں پان کی پیش کش کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ یقیناً اس سے اجنبی نہیں ہوں گے کہ بہرحال دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ مارچ ۱۹۸۰ء ص ۲۰۴)

صبغۃ اللہ

مولانا ماہر القادری

مولانا کی طبیعت میں مزاح بھی ہے اور کبھی کبھار خاصی شوخ بات بھی کہہ دیتے ہیں جس زمانے میں علماء کرام دستوری رپورٹ پر مشورت کر رہے تھے۔ ایک صاحب نے پوچھا۔ "مولانا! علماء کی مجلس مشورت کا کیا رنگ ہے؟"

فرمایا: "صبغۃ اللہ"

(مولانا مودودی - اپنی اور دوسروں کی نظر میں)
(مرتب: محمد یوسف ص ۳۵۳)

کاغذی پان

راوی: محمد صلاح الدین۔ تحریر: نسیم اطہر

پہلا لطیفہ جو مولانا سے مجھے براہِ راست سننے کا موقع ملا، یہ تھا کہ جب ہم انھیں کراچی اسٹیشن سے حقانی چوک تک ایک جلوس کی شکل میں لے کر آئے تو مولانا نے بیٹھتے ہی پان کی خواہش ظاہر کی اور اس کے بعد انھوں نے پوچھا: "آپ میں سے کسی صاحب کے پاس پان بھی ہے؟"

ایک صاحب نے فوراً شیروانی کی جیب سے پان کی پڑیا نکال کر پیش کی۔ مولانا نے مسکرا کر ان سے کہا: "بھئی! آپ پہلے تو اتنے بے مروت نہ تھے، اب آپ کو کیا ہوا؟"

وہ بڑے پریشان ہوئے۔ مولانا نے مسکرا کر کہا: "آپ مجھے کاغذی پان پیش کر رہے ہیں۔" وہ پان کاغذوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ اس بذلہ سنجی پر حاضرین خاصے محظوظ ہوئے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۶)

پنکھے کو ناچنے دیجیے

راوی: محمد صلاح الدین۔ تحریر: نسیم اطہر

ملاقات کے دوران کسی صاحب نے پیڈسٹل فین کا رخ مولانا کی طرف کر کے اس کو فکس کر دیا اس پر مولانا نے فوراً ٹوکا! "بھئی اس کو چلنے دو تاکہ سب کو ہوا لگے۔"

اور ساتھ ساتھ ایک لطیفہ بھی ہو گیا۔ مولانا نے کہا:

بھئی! ناچ تو ہماری تہذیب کا ایک حصہ ہے، اس بے چارے کو بھی ناچنے دیجیے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۴)

پتھر بنانے کی فیکٹری

مولانا نعیم صدیقی

مولانا کو پتھری کی تکلیف ہے۔ کسی نے آپریشن کرانے کا مشورہ دیا تو کہنے لگے: "ایک بار آپریشن کرا چکا ہوں مگر کیا کروں کہ میرے جسم میں پتھر بنانے کی مستقل فیکٹری کام کر رہی ہے۔"

(نقوش لاہور، شخصیات نمبر ۲
اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ نمبر ۱۱۸۵)

سانپوں سے کھیلنے جا رہا ہوں!

مولانا نعیم صدیقی

ایک خاص عنصر کے اندر مولانا مودودی دستوری مہم کے سلسلے میں کام کرنے کا نقشہ مجلس شوریٰ کے مشورے سے تیار کر رہے تھے۔ رفقاء نے خطرناک پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا۔ مسکرا کر فرمایا:

"سانپوں سے کھیلنے جا رہا ہوں! ـــــ ہاتھ ٹھیک پڑ گیا تو کامیابی! نہ پڑا تو ڈسے جانے کا خطرہ واضح ہے۔" (نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲، اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۸۵۱)

نبوت کی دلیل

راوی: سید مودودی: تحریر: سید اسعد گیلانی

ایک مرتبہ روزنامہ "الفضل" کے مدیر چودھری روشن دین تنویر میرے پاس آئے اور کہنے لگے:

"مرزا صاحب نے اسلام کی حمایت میں متعدد کتابیں لکھ کر دین کی بہت بڑی خدمت کی ہے، اور یہی ان کی نبوت کی بہت بڑی دلیل ہے۔"

جواب میں میں نے چودھری صاحب سے کہا: "میں نے تو مرزا صاحب سے بھی زیادہ کتابیں لکھ ڈالی ہیں، اس لئے (نعوذ باللہ) آپ مجھے نبی کیوں نہیں سمجھتے۔"

جونہی میں نے یہ بات کہی، وہ اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (مولانا مودودی کے لطائف ص۱۳)

لوٹا اور اونچا پاجامہ

سید اسعد گیلانی

۱۹۵۱ء کے پہلے صوبائی انتخابات کا موقع ہے۔ فروری کی اٹھارہ تاریخ اور ڈھائی بجے کا وقت ہے۔ سید اسعد گیلانی انتخابی دورے پر جانے کے لئے دفتر انتخابات میں اپنے سوٹ کیس اور بستر کے ہمراہ مولانا مودودی کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ . . . تھوڑی دیر بعد مولانا موصوف بھی تشریف لے آتے ہیں۔ مرتب

"آپ لوٹا نہیں لائے؟" سید مودودی نے آتے ہی کہا ـــــ "معلوم ہوتا ہے، آپ نے میرے ہی لوٹے پر تکیہ کر لیا ہے اور جو میں بھی نہ لاتا؟"

"اس کی امید کم تھی کہ آپ نہ لائیں گے" ـــــ میں نے کہا۔

مسکرا کر کہنے لگے : "بقول کسے[1] یہی تو ایک نشان ہے مسلمانوں کی تہذیب کا، اور ایک اونچا پاجامہ۔"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صفحہ ۲)

[1] جواہر لال نہرو (مرتب)

"ذاتِ شریف"

سید اسعد گیلانی

ہم گوجرانوالہ جا رہے تھے۔ . . راوی کے پُل پر سے موٹر گزرنے لگا۔ دریا کا تھوڑا سا پانی ایک کنارے کے ساتھ ساتھ نہایت سکون اور خاموشی سے بہہ رہا تھا۔

"یہی وہ ذاتِ شریف ہیں جنھوں نے پچھلے دنوں سیلاب کی صورت میں ایک قیامت اٹھا دی تھی۔ اب کس معصومیت سے پڑے ہیں" سید مودودی نے کہا۔

اور اتنے میں موٹر دریا پار گزر گئی۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صفحہ ۸۴)

ببول کے درخت اور ڈارون

سید اسعد گیلانی

گوجرانوالہ روڈ پر۔ . . ہمارے دونوں طرف دور دور تک شور زمین کے سفید سفید قطعات چلے جا رہے تھے۔ پھر سڑک کے دونوں طرف درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ آگئے لیکن دو طرفہ یہ صرف ببول ہی لگے ہوئے تھے۔

سید صاحب کہنے لگے : "معلوم ہوتا ہے اس شور زمین میں صرف ببول ہی اُگتا ہے۔"

میں نے عرض کیا! "شور زمین سے آخر ببول ہی تو اُگے گا۔"

"نہ معلوم کس شخص کی یہ تجویز تھی کہ سڑکوں کے دو طرفہ ببول کے درخت لگائے جائیں۔" انھوں نے فرمایا۔

کسی بس کمپنی کے مالک کی ہوگی تاکہ سائیکلوں والوں کے پنکچر ہوں اور وہ بسوں میں ہی سفر کریں۔" میں نے عرض کیا۔

کہنے لگے ! "معلوم ہوتا ہے یہ کسی ایسے شخص کی تجویز تھی جس کے آباؤ اجداد ڈارون کے خیال کے

مطابق براہِ راست بچھوؤں سے انسانوں میں بھرتی ہو گئے تھے۔"
اس پر مجھے بہت ہنسی آئی، اور وہ بھی ذرا سا مسکرائے۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص۷۸،۷۹)

اور میری جان بچے

سید اسعد گیلانی

ہم پورے سوا چار بجے گوجرانوالہ پہنچے، جلسہ گاہ سے ہوتے ہوئے، دارالعروبہ آئے... وہاں چودھری علی احمد خاں صاحب مع چند دوسرے حضرات کے موجود تھے۔ نمازِ عصر کے بعد گفتگو ئیں شروع ہو گئیں... قلعہ دیدار سنگھ کے ایک صاحب مصر تھے کہ ان کے حلقہ میں بھی سید صاحب تھوڑی دیر کے لئے رک کر تقریر کر جائیں، اس لئے کہ انھوں نے اعلان کر دیا تھا۔ سید صاحب نے کہا کہ جماعت کی تاریخ میں آپ نے پہلی بار یہ کام کیا ہے کہ اعلان پروگرام کے بغیر ہی کر دیا ہے۔ وہ مصر تھے کہ ان کی ناک رکھی جائے۔ سید صاحب نے چودھری صاحب سے کہا۔
"آپ کوئی ایسا انتظام کیجئے کہ ان کی ناک بچے اور میری جان بچے"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص۷۹،۸۰)

پانی اور کنواں

سید اسعد گیلانی

گوجرانوالہ سے حافظ آباد پہنچے۔ جب وہاں سے فارغ ہوئے اور دوبارہ گوجرانوالہ چلنے لگے تو سوچا کہ پانی کا لوٹا بھی بھر لیا جائے۔ ایک صاحب لوٹا لے کر گئے اور کافی دیر لگا دی۔
سید صاحب نے کہا:
"کہیں کنواں کھودنے میں نہ لگ گئے ہوں"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص۸۶)

یہ کیسا استحکام ہے؟

سید اسعد گیلانی

گوجرانوالہ شہر میں داخل ہوئے تو ایک تانگے پر اعلان کیا جا رہا تھا: "مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ

دے کر پاکستان کی جڑوں میں پانی دیجیے۔"

سید مودودی نے مسکرا کر کہا: "پاکستان کوئی درخت تو ہے نہیں، یہ تو عمارت ہے۔ اور عمارت کی جڑوں میں پانی دینا کس قسم کے استحکام کا نام ہے۔"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صـ۸۸

شہید کرنے کا انتظام

سید اسعد گیلانی

گوجرانوالہ سے سیالکوٹ پہنچے . . . . اب ملک وال اور ظفروال کا پروگرام سامنے تھا۔ دو بجے ملک وال اور سات بجے ظفروال میں جلسہ تھا اور پھر رات کو گیارہ بجے بھی کسی مقام پر کوئی پروگرام تھا۔ پھر درمیان میں چھوٹے چھوٹے اور پروگرام بھی جنم لیتے رہتے تھے۔ سید صاحب نے کہا "لوگوں نے میرے شہید کر دینے کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صـ۸۹

سید اسعد گیلانی

قدرت کی میونسپلٹی کے کارکن

ایک کھیت میں کچھ فاصلے پر بہت سے گدھوں کا ہجوم تھا۔ غالباً کوئی مویشی مرا پڑا تھا۔ سید صاحب نے فرمایا: "قدرت کی میونسپلٹی کے کارکن مصروفِ کار ہیں۔"

اس جملے نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق کی افادیت مجھ پر واضح کر دی۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صـ۸۹

... ورنہ پتھر ہو جائیں گے!

سید اسعد گیلانی

انتخابی مہم جاری تھی — سید صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچے راستے پر ایک سرد رات کے انتہائی تکلیف دہ سفر کے بعد جب سرگودھا سے سلانوالی پہنچے تو گیارہ بج چکے تھے آپ سیدھے جلسہ گاہ میں گئے اور خطاب شروع کر دیا، لیکن آخر پر جلسہ میں کچھ گڑبڑ ہو گئی

اور جلسہ کو ختم کر دینا پڑا۔ ادھر منتظمین حضرات کو کھانا تیار کروانا یاد نہ رہا۔ اس لئے سید صاحب کو بھوکے ہی ایک خستہ حال ڈھیلی ڈھالی جھلنگا چارپائی پر رات کا بقیہ حصہ گزارنا پڑا۔ ڈیڑھ بجے سوئے، صبح پانچ بجے اٹھے۔ ساڑھے پانچ بجے سلانوالی اسٹیشن پہنچنا تھا۔ جہاں سے سرگودھا کے لئے گاڑی مل سکتی تھی۔ لیکن شومئ قسمت شدید سردی کی وجہ سے ایک کار کا انجن گرم نہ ہوا اور دوسری کار کی چابی گم ہوگئی۔ مرتب

سید صاحب نے مجھ سے فرمایا: "بھائی! زیادہ انتظار نہ کیجئے۔ یہ کاریں درست نہیں ہوں گی۔ چلیے آئیے پیدل چلیں۔"

اور ہم پیدل چل پڑے۔ سید صاحب آگے آگے تیز تیز جا رہے تھے۔

"مولانا! ابھی پوری طرح اجالا نہیں ہوا ہے۔ ذرا آہستہ چلیے۔" میں نے عرض کیا۔

"آہستہ کا نام نہ لیجئے۔ بس چلے آئیے۔ . . . اگر کہیں گاڑی نکل گئی تو پھر ہم اس علاقے سے بروقت باہر نہ نکل پائیں گے۔ یہ تو خطۂ عذاب ہے، یہاں پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی منع ہے۔ ورنہ پتھر ہو جائیں گے۔" سید صاحب نے فرمایا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔

مولانا کی اس پُرمزاح بات نے ہماری ساری کوفت دور کر دی اور ہم اسٹیشن پہ پہنچ گئے۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص۹۶۔۹۷)

"عالم الغیب"

عبدالرحمٰن عبد

سید مودودی نے ملتان میں ایک انتخابی جلسے سے خطاب کیا۔ ایک شخص نے چٹ پر یہ سوال لکھ کر دیا کہ "خطرے کی گھنٹی" میں فلاں عالم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ مستقبل میں مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔ سید صاحب نے چٹ پڑھ کر سامعین کو سنائی، اطمینان سے اسے دوسری طرف رکھا اور یوں گویا ہوئے: "میں مہدی ہونے کا دعویٰ کروں گا یا نہیں کروں گا، یہ تو بعد کی بات ہے، جس شخص نے یقین کے ساتھ خلقِ خدا کو میرے بارے میں یہ بتا دیا کہ میں مستقبل میں یہ دعویٰ کر دوں گا، اس نے بہرحال اپنے 'عالم الغیب' ہونے کا دعویٰ ضرور کر دیا ہے۔"

سید مودودی نے جلسے میں اپنی حاضر جوابی سے سامعین کو لوٹ لیا۔ ان میں ایک طرف سے دوسری طرف تک مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

(سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۱۶۳)

تخلص کا اثر

فضل معبود

۱۹۵۱ء کے صوبائی انتخابات کے سلسلے میں لاہور چھاؤنی کے علاقے میں ایک انتخابی جلسے میں مولانا محترم نے تقریر کی اور حسب معمول تقریر کے بعد سوالات کے جوابات دیے۔ ایک سائل نے پوچھا: "کل اسی جگہ شورش کاشمیری صاحب نے عوامی لیگ کے انتخابی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے جماعت اسلامی کی مخالفت کی اور کہا کہ صالحین کا لفظ تو قرآن میں بھی نہیں"

مولانا نے سائل کا جواب دیتے ہوئے کہا: "شورش کاشمیری صاحب میرے مہربان ہیں، لیکن ان کے مزاج پر ان کے شاعرانہ تخلص کا زیادہ اثر ہے۔ قرآن میں صالحین کا ذکر تو کیا صالح بننے اور بنانے کا طریقہ بھی درج ہے۔ مولانا کے پہلے فقرے پر حاضرین بے ساختہ ہنس پڑے۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائد انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۴۵، ۴۶)

فقراء

راوی: چودھری عبدالغنی گیلن۔ تحریر: سید سعد گیلانی

ایک مرتبہ جب ہم رحیم یار خاں میں جماعتی امیدواروں کے الیکشن میں مدد کے لئے گئے ہوئے تھے ان دنوں مولانا محترم ایک بار ریل کے ذریعہ کراچی جا رہے تھے۔ ہم شیخ فقیر حسین صاحب کے ہمراہ اسٹیشن پر مولانا محترم سے ملنے چلے گئے۔ گاڑی آنے سے پہلے ہم ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ سب سے آگے جناب فقیر حسین صاحب تھے۔ اتفاق سے مولانا کا ڈبہ بھی یہیں آ کر رکا۔ آپ باہر نکلے تو فقیر حسین صاحب پر نظر پڑی اور اس کے بعد ملاقاتیوں کی ایک لمبی قطار بھی نظر آئی تو بے ساختہ مسکراتے ہوئے بولے:

"اوہو! یہاں تو بہت سے فقراء تشریف لے آئے ہیں"

(سید مودودی ایک جائزہ جلد ۱) صفحہ ۲۰۹)

... ورنہ بڑی مسجد بناتا

مولانا نعیم صدیقی

جلسوں میں جاکر مولانا مودودی سوالات کو ہمیشہ خوش آمدید کہتے ہیں۔ چنانچہ چٹوں پر چٹیں آتی ہیں اور ڈھیر کا ڈھیر جمع ہو جاتا ہے۔ بڑی حوصلہ مندی سے مولانا ان چٹوں کو ایک ایک کرکے پڑھتے ہیں۔ اور ایک ایک فقرے میں حاضر دماغی سے ان کے ایسے پھڑکتے ہوئے جواب دیتے چلے جاتے ہیں کہ سامعین اثر لیتے ہیں۔ مثلاً گول باغ کی تقریر (۱۹۵۱ء) میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ

"جب دوسری پارٹیوں نے مل کر ایک متحدہ صورت اختیار کرلی ہے تو آپ نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کیوں بنائی ہے؟"

مولانا نے فوراً جواب دیا کہ "افسوس ہے کہ مجھے ڈیڑھ اینٹ ہی مل سکی، ورنہ میں اس سے بڑی مسجد بناتا۔"

(نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ نمبر ۱۱۹)

ففتھ کالمسٹ

مولانا نعیم صدیقی

پشاور جانے کے لئے مولانا مودودی گاڑی کے انتظار میں ہم کو ساتھ لئے پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے اور جماعتی اور سیاسی امور پر بڑی اہم گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب میری توجہ کی زد میں آگئے جو ہمارے پیچھے پیچھے چلتے اور پھر جب ہم ایک سرے پر پہنچ کر مڑتے تو وہ پھر پیچھے ہو لیتے۔ گفتگو میں احتیاط کی ضرورت واضح تھی۔ مگر مولانا ساتھ لگے ہوئے "سائے" سے بے خبر تھے۔ میں نے توجہ دلانے کی مختلف تدبیریں سوچیں مگر بالآخر "ڈائرکٹ میتھڈ" ہی اختیار کرنا پڑا۔ انگریزی میں کہا:

"THERE IS A FIFTH PERSON BEHIND US"

(واضح رہے کہ ہمارا گروپ چار افراد پر مشتمل تھا) مولانا نے برجستہ کہا:

"نہیں کہنا چاہیئے "A FIFTH COLUMNIST" (نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۱۸)

ٹیپ ریکارڈر

راوی: مولانا معین الدین۔ تحریر فاروق علیمی

۱۹۵۱ء میں جب مولانا صوبہ سرحد کے دورے پر تشریف لے گئے تو انھوں نے خرم کے

مقام پر تقریر فرمائی۔ مرحوم تاج الملوک صاحب کے حکم پر ترجمہ کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوئی۔ "اسلام کے نظریۂ عبادت" پر چالیس منٹ کی اس تقریر کے میں نے نوٹس نہیں لیے تھے مگر پشتو میں ترجمہ من وعن کر دیا مولانا بہت حیران ہوئے اور خوش بھی۔ مسکرا کر فرمایا: "آپ تو ٹیپ ریکارڈر ہیں!"

ملاقات اور تعارف کے وقت وہ عموماً اس 'خطاب' کو دہرایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی برس جب جماعت کے دستور کی تدوین کا کام شروع ہوا، اور مجھے بھی لاہور طلب کیا گیا تو میں وہاں اپنی مخصوص ٹھیٹھ دیہاتی وضع قطع میں پہنچا۔ ارکان نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور جب میں نے بتایا کہ میں دستور کے سلسلے میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کے لیے آیا ہوں تو انھیں یقین نہ آیا۔ اسی اثنا میں مولانا محترم باہر تشریف لائے۔ فرمایا:

"بھئی! آپ نہیں جانتے، یہ ہمارے ٹیپ ریکارڈر ہیں۔"

پھر محبت سے تعارف کرایا اور بڑی تحسین فرمائی۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱)

لتمبر کی ستمبر

راوی: مولانا معین الدین خٹک، تحریر: فاروق سلیمی

اسی دورے میں مولانا خرم سے کوہاٹ تشریف لائے، جہاں ایک نشست پر ہم انتخاب لڑنا چاہتے تھے۔ کرک کے مقام پر پہنچے تو گرج چمک کے ساتھ زبردست بارش ہونے لگی۔ مولانا نے حاضرین سے کہا کہ معین الدین صاحب آپ کو میری خرم والی تقریر سنائیں گے۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی تو ٹیپ ریکارڈر کے خطاب کی توثیق فرما دی۔ یہاں سے ہم لتمبر کی طرف روانہ ہوئے تو مولانا بولے "کرک کی کڑک تو دیکھ لی، اب لتمبر کی ستمبر دیکھیں گے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مولانا مودودی نمبر، جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱)

"جماعت اسلامی"

سید اسعد گیلانی

سوال کیا گیا: "آپ نے اپنی جماعت کا نام جماعت اسلامی رکھا ہے۔ کیا آپ دوسری جماعتوں کو غیر اسلامی سمجھتے ہیں؟"

سید مودودی نے جواب دیا : " اگر کوئی جماعت اسلام کا کام کرنے کے لئے اٹھے تو کیا وہ اپنے آپ کو کافرانہ جماعت کہے ۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ ایک شخص اپنا نام عبداللہ رکھے تو دوسرے اس سے یہ نتیجہ نکال لیں کہ وہ دوسروں کو اللہ کا بندہ نہیں سمجھتا ہے "

(سید مودودی کا بچپن، جوانی، بڑھاپا صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳)

"کوریا"

پروفیسر خورشید احمد

مولانا اشتراکیت اور مغربی الحاد اور لادینی سے جماعت اسلامی کے ٹکراؤ کے پس منظر میں اس مخالفت کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کرتے ہیں۔ جو علماء کے ایک گروہ نے بڑے زور و شور سے کی تھی، یہ واقعہ ہے بھی ۱۹۵۱ء کا۔ لکھتے ہیں ۔

" جماعت اسلامی کا اصل تصادم انہی دو طاقتوں سے ہے ۔ علماء کرام خواہ مخواہ بیچ میں آ کھڑے ہوئے ہیں یا " کوریا " بنا کر لا کھڑے کیے گئے ہیں "

(ادبیات مودودی ۔ صفحہ نمبر ۹۵)

بلی بمقابلہ مرغی

راوی: ڈاکٹر اسرار احمد تحریر: فضل عظیم

اسلامی جمعیت طلباء کی تربیت گاہ کا آخری دن تھا اور ہم نے اساتذہ کی دعوت کا اہتمام کیا تھا میں نے مولانا مودودی سے گذارش کی : " مولانا! کل کھانا ہمارے ساتھ کھائیے گا "

جواب ملا : " ٹھیک ہے "

لیکن ساتھ ہی یہ بھی پوچھا : " پھر میں بھی کچھ لے کر آؤں ؟ "

مجھے کچھ ایسے ہی سوجھا اور میں بولا : " مولانا : ہم لوگ مرغی پکا رہے ہیں ۔ آپ کوئی مقابلے کی چیز لے کر آئیے " ۔ مولانا نے سوچ کر فرمایا :

" مرغی کے مقابلے کی چیز تو بلی ہے ! "

اس پر محفل زعفران زار بن گئی ۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۴۱)

مولود شریف

راوی: ڈاکٹر اسرار احمد: تحریر: فضل عظیم

ایک مرتبہ ہم نے مولانا مودودی سے کہا! "مولانا آپ اپنے کچھ حالات زندگی بتائیے گا۔"
اس کے لیے ہم نے ایک باقاعدہ نشست رکھی تھی اور مولانا نے بڑی فراخدلی سے اپنے حالات زندگی بتائے بھی تھے۔ خیر، ہمیں فوراً جواب ملا تھا:

"کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنا مولود شریف خود پڑھوں"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۱)

کیرو آف پاکستان

پروفیسر ایم۔ اے ملک

آپ غالباً اپریل ۱۹۵۲ء میں کیمبل پور جماعت اسلامی کے کارکنوں کے اجتماع کو خطاب کرنے کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ کہ میں ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوا۔ دور ہی سے مجھے پہچان لیا اور مولانا امین احسن صاحب اصلاحی سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"مولانا! یہ ہیں کیرو آف پاکستان، جنھوں نے میرے ہاتھ کی لکیروں کے بارے میں لکھا تھا"

(ہاتھ کی زبان از پروفیسر ایم اے ملک صفحہ ۳۸۴)

باقرخانی

مولانا نعیم صدیقی

ایک موقع پر مولانا کی طرف سے چائے دی گئی۔ بسکٹ اور پیسٹری ساتھ تھی۔ مولانا نے باقر خاں صاحب (جماعت اسلامی کے ایک ممتاز رکن۔ مرتب) سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"افسوس ہے کہ ہم باقرخانی کا انتظام نہ کر سکے!"

خوب قہقہہ پڑا۔

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں مرتب محمد یوسف صفحہ ۴۱)

میرا بھی کچھ ایسا ہی ارادہ ہے

راوی: بیگم سید مودودی۔ تحریر: سلمیٰ یاسمین نجمی

ایک بار باقر خاں صاحب کی ایک بیگم آئیں۔ انھوں نے غالباً تیسری شادی کی تھی۔ دادی اماں

(والدہ سید مودودی) کے پاس اپنا دکھڑا روتی رہیں۔ دادی اماں کو بہت غصہ آیا اور جب مولانا کھانا کھانے اندر آئے تو ان کے پاس گئیں اور کہا: "منے! یہ تمہاری جماعت والے کیسے لوگ ہیں۔ کئی کئی شادیاں کرتے رہتے ہیں اور پہلی بیویاں بیچاری روتی رہتی ہیں۔"

مولانا مسکرائے اور آہستہ سے بولے: "اماں بی! میرا بھی کچھ ایسا ہی ارادہ ہو رہا ہے۔"

دادی اماں یہ سن کر چپ ہو گئیں اور سمجھ گئیں کہ مولانا بات مذاق میں ٹال رہے ہیں۔

(ماہنامہ بتول لاہور، سید مودودی نمبر، ستمبر ۱۹۸۰ء، صفحہ ۱۶)

فَاُمُّهٗ هَاوِيَه

مولانا نعیم صدیقی

مرکز کی گلی فیروز پور روڈ سے جہاں ملتی ہے۔ پہلے وہاں نشیب تھا۔ بعد میں مٹی ڈلوا کر راستہ اونچا کیا گیا، جس کی چوڑائی بہت کم تھی۔ ایک دن کہیں سے گاڑی پر آ رہے تھے، تو ڈرائیور نے جب گاڑی کو گھمایا، مولانا نے کہا۔

"دیکھنا بھئی! احتیاط سے، کہیں فَاُمُّهٗ هَاوِيَه ہی نہ ہو جائے۔"

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں، مرتب محمد یوسف، صفحہ نمبر ۴۱۶-۴۱۷)

باپ وزیر خزانہ، بیٹا گورنر

مولانا مودودی جب ۱۹۵۲ء میں ایبٹ آباد تشریف لائے تو عبدالجبار شاہ صاحب (سوات کے ایک سابق حکمراں) ان سے ملاقات کے لیے آئے۔۔۔ مجلس میں تاج الملوک مرحوم بھی موجود تھے۔ مولانا نے عبدالجبار شاہ صاحب سے پوچھا: "آپ انھیں جانتے ہیں؟"

انھوں نے تاج الملوک صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ تو چھوٹے ہیں۔ میں ان کے والد کو ضرور جانتا ہوں گا۔"

تاج الملوک صاحب نے اپنے والد کا نام بتایا تو عبدالجبار شاہ صاحب نے بڑے افتخار سے کہا:

"ہاں! وہ میرے وزیر خزانہ تھے۔"

اس پر مولانا مودودی نے ازراہِ مزاح برجستہ کہا:

"یہ ہمارے گورنر ہیں"

پوری مجلس کشتِ زعفران بن گئی۔ (ہفت روزہ ایشیا لاہور ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۶ء ص۲)

آپ کا تن کیا خواہی ہے؟

راوی: احمد حسین خاں، بتحریر: رئیس الدین شیر

غالباً ۵۲ء یا ۵۳ء کی بات ہے۔ خرم جاہ مراد صاحب نے بی ای فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا اور انھیں ملک سے باہر ایک پیش کش آئی ہوئی تھی خرم صاحب نے مولانا محترم سے باہر جانے کا مشورہ طلب کیا تو آپ نے باصلاحیت افراد کے بیرون ملک جانے کو قوم و ملک کے لیے مضر تبلایا۔ خرم جاہ مراد صاحب باہر کی پیش کش اور معقول مشاہرہ سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ چنانچہ انھوں نے مولانا سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کیا۔

"حضرت! مسئلہ تنخواہ کا ہے"

اس جملہ کو سننا تھا۔ کہ سیدیؒ نے برجستہ ارشاد فرمایا:

"تو فرمائیے آپ کا تن کیا خواہی ہے؟

خرم صاحب مولانا محترم کے جوابی سوال کے مفہوم میں کھو سے گئے اور کوئی جواب بن نہ پڑا۔

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۹۹)

پیشہ ورانہ سیاست

علی سفیان آفاقی

میرے اس سوال پر کہ آپ نے سیاست کیوں اختیار کی؟"

مولانا مسکرا کر بولے: "کیا سیاست بھی کوئی پیشہ ہے جسے اختیار کیا جائے؟"

میں نے عرض کیا! "آج کل تو اسے زیادہ تر اختیار ہی کیا جاتا ہے؟"

مولانا ایک تبسم کے ساتھ بولے: "یہ تو پیشہ ورانہ سیاست ہے جسے لوگ ڈاکٹری، بیرسٹری یا اس قسم کے دوسرے پیشوں کی طرح اختیار کر لیتے ہیں۔۔۔ ابھی کچھ عرصہ کی بات ہے کہ میں عرصۂ دراز کے بعد اپنے ایک عزیز کے پاس گیا وہاں ان سے میں نے دریافت کیا کہ "آپ اپنے

لڑکے کو کس طرف بھیج رہے ہیں ؟" وہ سنجیدگی سے کہنے لگے "ایل ایل بی تو کر ہی آیا ہے اور اس نے پریکٹس بھی شروع کر دی ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے کہ اب اگر تم سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کر دو تو تمہاری پریکٹس خاصی چل جائے گی اور نام بھی ہو جائے گا۔ اس طرح بڑے لوگوں سے یاد اللہ بھی ہو سکتی ہے۔"

دراصل سیاست کو تو آج کل اوپر چڑھنے کا زینہ اور شہرت کا ہتھکنڈا بنا لیا گیا ہے

(ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۲۳۴، ۲۳۵)

تین باقرخانیاں

راوی: شیخ فقیر حسین بحریر: نظر زیدی

۱۹۵۳ء میں جب ہم لوگ سنٹرل جیل میں تھے۔ مولانا کو پھانسی کا حکم ہوا، تو انھیں پھانسی کی کوٹھری میں پہنچا دیا گیا اور باقی لوگ اسی وارڈ میں رہے۔ یہ زمانہ کس قدر خدشوں اور اندیشوں سے بھرا ہوا تھا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، تمام رفقا کے لئے ایک ایک لمحہ قیامت کی گھڑی تھا۔ مولانا کے بارے میں ہر وقت فکرمند رہتے کہ خدا جانے کیا صورت حال پیدا ہو جائے انہی دنوں ایک دن جیل کا ایک ملازم ہمارے وارڈ میں آیا اور ہمیں بتایا کہ حضرت مولانا کے کسی عقیدت مند نے ان کے لئے تحفے کے طور پر کچھ باقرخانیاں بھیجی تھیں۔ اور انھوں نے ہمارا حصہ بھیجا ہے، یہ کہہ کر اس نے تمام رفیقوں کو ایک ایک باقرخانی دی، لیکن باقرخاں صاحب کو تین باقرخانیاں دیں اور یہ دیکھ کر سب بے اختیار ہنس پڑے۔ تین باقرخانیوں کی علت غائی یہ تھی کہ باقرخاں صاحب کی تین بیویاں تھیں۔ مولانا کے اس لطیف مذاق پر ہم لوگ بہت دیر تک لطف اندوز ہوتے رہے۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۷)

میانوالی جیل اور مرغ پلاؤ

سید اسعد گیلانی

مولانا مودودی جب میانوالی جیل میں تھے تو ایک روز ایک ساتھی ملک محمد عثمان نے ازراہِ محبت و تواضع مرغ پلاؤ تیار کر کے جیل میں بھجوایا لیکن پلاؤ پہنچنے سے پہلے ہی مولانا کا تبادلہ میانوالی جیل سے دوسری جگہ ہو گیا۔ جب یہ بات مولانا کے علم میں آئی تو مسکرا کر کہنے لگے "اگر یہ معلوم ہوتا کہ میانوالی جیل سے نکلنے کا نسخہ ملک عثمان کا مرغ پلاؤ تھا تو ہم یہ نسخہ بہت پہلے استعمال کر لیتے۔" (سید مودودی بچپن، جوانی، بڑھاپا، صفحہ ۱۴۱)

مارشل علی

مولانا نعیم صدیقی

سید نقی علی صاحب کے ہاں فرزند تولّد ہوا اور جیل میں خوشخبری پہنچی۔ مولانا سے نومولود صاحبزادے کے نام کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ فرمانے لگے "اس کا نام 'مارشل علی' رکھنا چاہئے۔ یعنی نقی علی سے جوڑ بھی لگ گیا، حضرت علیؓ کی سپہ سالاری کی خصوصیت بھی نمایاں ہو گئی اور مارشل لار کے دور سے مناسبت کا بھی پاس رہا کہ وہ بچہ ہے جس کا باپ مارشل لار کا قیدی ہے"۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص ۲۵۵)

چھکڑا

روایت: ملک غلام علی

مولانا اختر علی خاں (پسر مولانا ظفر علی خاں) جیل میں تھے۔ اپنی رہائی کے سلسلے میں خاصی کوشش کر رہے تھے اور ان کی رہائی کا وعدہ بھی ہو چکا تھا۔ مگر اس پر عملدرآمد کی نوبت نہ آرہی تھی۔ ایک دن مولانا اختر علی خاں نے مولانا سے کہا:

"مولانا! معلوم نہیں، میری رہائی کیوں نہیں ہو رہی ہے"

مولانا نے فرمایا: "دراصل بات یہ ہے کہ ایک چھکڑا[1] آگے پھنس گیا ہے، جس کی وجہ سے ساری ٹریفک رُک گئی ہے۔ پیچھے لاریاں ہیں، ٹم ٹم ہیں۔ سب رُکی پڑی ہیں' اور بڑی لمبی لائن لگی ہے۔ چھکڑا جب تک آگے سے نہ نکلے، ٹریفک کیسے چالو ہو"

(مولانا کا مطلب یہ تھا کہ ایک رسالہ لکھنے پر مجھے پھانسی کی سزا ہو چکی ہے اور اب اربابِ اختیار کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ دوسروں کو کیسے رہا کرے۔ مرتب)

مولانا اختر علی خاں نے جواب دیا: "اچھا! تو یہ بات ہے، پھر تو ہماری بھی دعا ہے کہ چھکڑا جلد نکلے اور ٹریفک چالو ہو"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۹۱، ۹۲)

[1] ایک اور روایت کے مطابق چھکڑے کے بجائے لفظ ٹرک کا استعمال ہوا ہے (مرتب)

اونٹ نہیں گدھا

مولانا نعیم صدیقی

۱۹ ستمبر ۱۹۵۳ء کو آئی، جی جیل خانہ جات معائنہ کے لئے لاہور کی سنٹرل جیل میں آئے تو مسعود بھگوان ہاری کمیٹی کی رپورٹ والے، ان کے ہمراہ تھے۔ انھوں نے مولانا مودودی سے بھی ملاقات کی (مرتب)

مسعود صاحب نے مولانا سے آغاز کلام یوں کیا کہ "فرمائیے، مولانا! اونٹ (مراد ڈائرکٹ ایکشن کی تحریک)، کس کروٹ بیٹھے گا؟"

مولانا نے برجستہ جواب دیا کہ: "اونٹ رہا ہی کب، وہ تو گدھا بن گیا ہے۔ اب کروٹ کا کیا سوال!"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء، ص ۲۵۴)

کلچہ

راوی: مولانا خان محمد ربانی، تحریر: عبدالغنی فاروق

۱۹۵۳ء میں جب مولانا کی سزائے موت منسوخ ہو کر چودہ سالہ قید میں تبدیل ہوئی تو وہ لاہور سے ملتان لائے گئے۔ یہاں ایک دن مولانا محمد باقر خاں، صاحب اپنے چھوٹے بیٹے فیاض کے ساتھ مولانا سے ملنے کے لیے گئے۔ جیل کی ڈیوڑھی میں پہنچے تو مولانا تشریف لائے، آتے ہی فیاض کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

"یہ کس باقرخانی کا کلچہ ہے؟"

یاد رہے کہ باقر خاں صاحب کی تین بیویاں تھیں اور یہ اسی جانب اشارہ تھا۔ جیل کی گھٹی ہوئی فضا میں محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ (ہفت روزہ بادبان لاہور ۲۴ ستمبر ص ۶)

سلام

چودھری عبدالغنی گہلن نے مولانا مودودی کو خط لکھا تھا جس میں ملاقات کے شوق کا اظہار کیا گیا تھا۔ مولانا موصوف ملتان جیل سے خط کا جواب دیتے ہوئے ۲۳ فروری ۱۹۵۵ء کے اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔ مرتب۔

آپ کے خط نے مجھے بہت متاثر کیا۔۔۔ آپ گھبرائیں نہیں، میں ٹھیک اس وقت حاضر ہو جاؤں گا جو اللہ نے مقرر کر دیا ہے۔۔۔ لاہور سے یہاں آتے وقت میں نے آپ ہی کے گاؤں کے سامنے نہر پہ نماز پڑھی تھی۔ پُل پر آپ کے گاؤں کے دو آدمی ملے تھے۔ میں نے ان کے ہاتھ آپ کو سلام کہلا بھیجا تھا۔ معلوم نہیں، وہ انھوں نے پہنچایا یا اپنی جیب ہی میں رکھ لیا۔"

(مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی حصہ دوم مرتبہ عاصم نعمانی ص۱۵۵)

اللہ میاں کا لاڈلا

راوی: خورشید بیگم تحریر یوسف عظیم

ہم بیگم سید مودودی کے ہاں پہنچے تو انھوں نے ہمیں بہت مزے دار خشک میوہ پیش کیا اور کہنے لگیں: "رات کھانے کے بعد میاں نے میٹھی چیز کی فرمائش کی۔ میں بولی: میاں! اس وقت تو گھر میں کوئی میٹھی چیز موجود نہیں۔"

میاں نے کہا "اچھا! میاں کے لئے اللہ میاں کوئی میٹھی چیز بھیج ہی دیگا۔"

میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا: "میاں! کیا آپ اللہ میاں کے اتنے ہی لاڈلے ہیں کہ اتنی رات گئے وہ آپ کے لئے میٹھی چیز بھیجے۔"

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ مولانا باہر نکلے تو معلوم ہوا صوبہ سرحد سے کسی عقیدت مند نے خشک میوے کا بڑا سا لفافہ بھیجا ہے۔ انھوں نے واپس آکر کہا: "بیوی! دیکھا ہوں نا میں اللہ میاں کا لاڈلا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص۱۰۱)

ذرا ڈبیہ بٹوا لے آؤں

مولانا نعیم صدیقی

مجلسِ شوریٰ میں جب کبھی بحث کی فضا بوجھل ہونے لگتی تو مولانا محترم ایک تبسم انگیز فقرے سے اس کو ہلکا پھلکا بنا دیتے تھے۔ مجلسِ شوریٰ میں مولانا کے اس اہم پارٹ پر روشنی ڈالتے ہوئے نعیم صدیقی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔ مرتب

مودودی صاحب ہمیشہ مقررہ وقت پر پہلے سے "ایوان" (جو بشیر ان کا دفتر ہی ہوتا ہے) میں

موجود ہوجاتے ہیں۔ لوگ آتے اور بیٹھتے جاتے ہیں۔ ماحول بڑا سنجیدہ ہوجاتا ہے۔ سابق کارروائی پڑھی جاتی ہے۔ ایجنڈا پڑھا جاتا ہے۔۔۔ پھر مسائل پر بحث شروع ہوتی ہے۔ بحث اگر انضباط سے ذرا اِدھر اُدھر ہو تو مولانا ٹھنڈے انداز سے ازسرِنو تجزیہ کرکے اسے پھر راہ راست پر ڈال دیتے ہیں۔ اگر لوگ زیادہ بولنے لگیں تو کسی کسی موقع پر یکایک مولانا اٹھیں گے اور مسکرا کر کہیں گے: "اچھا حضرات! آپ بحث جاری رکھیے، میں ذرا ڈبیہ بٹوا لے آؤں۔"

اس پر اکثر چہرے مسکرا اٹھتے ہیں۔ اور لطیف ترین انداز کی اس "تنبیہہ" کو سمجھ کر بحثیلے پن کا ازخود سدِباب کر لیتے ہیں۔

(نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۳۰)

جلیبی کی جمع

راوی: محمد یوسف تحریر: عبدالغنی فاروق

میں کیمبل پور گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا: ڈاکٹر غلام جیلانی برق ان دنوں تجدد میں بہت آگے نکل گئے تھے۔ ایک روز کلاس میں میری ان سے بحث چل پڑی۔ وہ کہتے تھے اسلام میں مروجہ پردہ یا برقع کا کوئی تصور نہیں، جبکہ میں اس کے حق میں تھا۔ ثبوت کے طور پر میں نے قرآن پاک کی وہ آیت پڑھی جس میں عورتوں کو اپنے چہروں پر اوڑھنیاں (جلابیب) لینے کا حکم دیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جلابیب، جلباب (اوڑھنی) کی جمع نہیں ہے۔ جب میں نے کہا کہ پھر آپ بتائیں کہ اس کا واحد کیا ہے تو کہنے لگے یہ مجھے بھی نہیں معلوم، لیکن بہرحال اس کا واحد جلباب نہیں ہے۔ میں نے مولانا کو یہ بات سنائی تو مسکرا کر کہنے لگے!

"غالباً ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جلابیب جلیبی یا جلاّب کی جمع ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۰۹)

کوئے جاناں

راوی: خواجہ نعیم۔ تحریر: سید نظر زیدی

میری برات گوجرانوالہ گئی تھی، خوش نصیبی سے مولانا نے شرکت کے لئے کچھ وقت نکال لیا تھا۔ ہم لوگ گوجرانوالہ پہنچے تو میرے خسر صاحب کے گھر کے بارے میں ٹھیک سے یاد نہ رہا کہ سٹیلائٹ ٹاؤن میں کس طرف ہے۔ وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اسی زمانے میں مکان تبدیل کیا تھا مولانا کار میں میرے پاس ہی تشریف فرما تھے۔ مجھ سے پوچھا:

"تم تو جانتے ہوگے! مکان کہاں ہے؟"

اور جب میں نے نفی میں جواب دیا تو مسکرا کر فرمایا۔

"واہ، تم بھی خوب ہو، کوئے جاناں ہی کا پتہ نہیں!"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۷)

اگر اللہ نے ہماری دعا قبول فرمائی

راوی: ضیاء الاسلام انصاری، تحریر: شفیق جالندھری

مشہور صحافی ضیاء الاسلام انصاری کی شادی کی تاریخ ۱۲ اگست ۱۹۵۵ء مقرر ہوئی۔ ان دنوں وہ "آفاق" لاہور میں سب ایڈیٹر تھے۔ اس سے قبل "آفاق" میں یہ لطیفہ دو بار ہو چکا تھا کہ لوگ شادی کے لئے رخصت پر گئے اور جب واپس آئے تو انھیں برخاستگی کا پروانہ دے دیا گیا۔ انصاری صاحب جب رخصت لے کر گھر چلے تو انھیں بھی یہ خطرہ لاحق تھا۔ مرتب شادی کی تقریب میں لوگ بڑے آدمیوں کو بلا کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ میری شادی میں بھی کچھ بڑے لوگ موجود تھے۔ سب سے اہم شخصیت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تھے۔۔ نکاح خواں موجود تھے۔ مگر مولانا مودودی کو موجود پا کر سب نے اصرار کیا کہ وہی نکاح پڑھائیں۔ اس درخواست کو انھوں نے بہ کمال مہربانی قبول کیا۔ نکاح کے بعد قریبی مسجد میں تمام مہمانوں نے ان کی امامت میں نماز مغرب ادا کی۔ کھانے کے دوران میں نے روزنامہ "آفاق" میں شادی کے حوالے سے ملازمت کے خاتمے کا ذکر کیا تو مولانا مودودی مسکرائے اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اگر ہم سب کی یہ دعا کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں عذابِ قبر سے بچا، قبول فرمائی تو ایسا کوئی حادثہ انشاء اللہ رونما نہیں ہوگا۔ آپ اطمینان سے دلہن کو لے کر ملازمت پر واپس جائیں۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۶)

مطالبات

مولانا کو کراچی میں اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے ایک استاد کی ضرورت تھی۔ ایک خصوصی نشست میں حاضرین کے سامنے بچوں کو پڑھانے کے لئے ایک آدمی کی ضرورت کا اظہار کیا تو ماسٹر ممتاز صاحب

نے کہا!

"مولانا!" مجھ ہی کو آدمی سمجھ لیجیے، میں پڑھا دیا کروں گا"

[illegible] برجستہ بولے!" آپ کے مطالبات بڑھتے جا رہے ہیں"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۹۶)

باپ مولوی، بیٹا لوہار

مولانا ماہر القادری

مولانا نے اپنے صاحبزادے (غالباً فاروق نام ہے) کو کراچی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ ایک دن ہم تینوں موٹر میں جا رہے تھے۔ مولانا کے صاحبزادے ان سے مشینوں اور کل پرزوں کا بار بار ذکر نکالتے تھے۔ میں نے کہا!

"ان کو اس فن سے بہت دلچسپی ہے"

مسکرا کر بولے!" باپ مولوی بیٹا لوہار!"

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں، مرتب: محمد یوسف ص۲۵۲)

شاید آپ کو بھوک نہیں ہے!

راوی: مولانا جان محمد بھٹو۔ تحریر: سید ظفر حسین

۱۹۵۵ء میں ہم مولانا کے ساتھ کوئٹہ گئے۔ ایک دن رات کو تقریر کے بعد وہ واپس آئے تو اتفاقاً رات کے دو بجے تھے میزبان مولانا کے لئے کھانا رکھنا بھول گئے۔ چنانچہ ایک قریبی چھوٹے سے ہوٹل سے باسی ڈبل روٹی اور چائے ہی مل سکی۔ مودودی صاحب اور امین احسن اصلاحی صاحب چارپائی پر بیٹھے ڈبل روٹی کھا رہے تھے کہ مولانا اصلاحی صاحب نے کہا:

"یہ ڈبل روٹی باسی ہے"

مولانا نے یہ سن کر انھیں ہلکا سا ٹھوکا لگاتے ہوئے کہا:

"شاید آپ کو بھوک نہیں ہے"

ہم جو ساتھی ان کے قریب بیٹھے تھے۔ اس واقعہ سے بڑے ہنسے اور مولانا نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔

(ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۷۸ء ص۱۵)

عصرانہ

راوی: مولانا گلزار احمد مظاہری۔ تحریر: سید ظفر حسین

مولانا مودودی نے اپنی روزمرہ خوراک کا شیڈول بنا رکھا تھا۔ جس پر وہ آخر تک قائم رہے وہ دوپہر کے کھانے کے بعد رات تک کوئی چیز نہ کھاتے۔ جب ایک دفعہ کوئٹہ کے احباب نے بہت اصرار کیا تو فرمانے لگے:

"جو شخص مجھے کوئی چیز نہ کھلانا چاہے وہ مجھے عصرانہ دیتا ہے۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۰)

پانی کا جانور

راوی: ملک محمد امین۔ تحریر: عبدالغنی خاں

مولانا بیمار ہوئے تو آرام کے لئے زیارت تشریف لے گئے اور وہاں ایک ماہ قیام فرمایا۔ ایک شام کا ذکر ہے میں ان کے پاس بیٹھا تھا۔ چودھری غلام محمد صاحب اور ڈاکٹر علوی صاحب بھی موجود تھے کہ ایک دوست نے چند چکور شکار کر کے بھیجے۔ وہ پک رہے تھے کہ اچانک کوئٹہ سے دس بارہ مہمان آگئے۔ باورچی کا نام محمد علی تھا۔ اس نے مہمان دیکھ کر دیگچے میں پانی زیادہ ڈال دیا اور جب یہ سالن مہمانوں کے سامنے آیا تو مولانا نے فرمایا:

"چکور جانور تو خشکی کا ہے مگر محمد علی نے اسے پانی کا بنا دیا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور۔ مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۰۳)

دودھ پینے کی عمر

راوی: ملک محمد امین تحریر: عبدالغنی فاروق

مہمانوں میں ایک صاحب۔۔۔چائے نہیں پیتے تھے۔ دوستوں نے بتایا کہ یہ دودھ پیتے ہیں تو مولانا نے کہا: "اگرچہ دودھ پینے کی عمر دو سال ہے مگر آدمی جب تک چاہے، پی سکتا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور)

(مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۰۳)

"سکندر مرزا"

سید اسعد گیلانی

سید نقی علی صاحب علوی ایک ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کے اسکول کی انجمن طلبا کی طرف سے مولانا مودودی کے اعزاز میں ایک دعوتِ افطار کا انتظام کیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے انجمن کے عہدہ داروں کا تعارف کراتے ہوئے کہا:

"مولانا! یہ ہیں ہمارے صدر اور یہ وزیر اعظم"

مولانا نے بڑے پُر مزاح انداز میں ان سے فرمایا:

"اچھا! تو آپ سکندر مرزا ہیں، جو پوری اسمبلی اور وزیر اعظم کو جیب میں ڈالے گھوم رہے ہیں!" (سید مودودی بچپن، جوانی، بڑھاپا ص۲۱۳)

اچانک معائنہ

راوی: پروفیسر گوہر صدیقی تحریر: عبدالغنی عثمان

ایک موقع پر مولانا مودودی صاحب فیصل آباد تشریف لائے تو جماعت اسلامی کے دفتر میں بھی گئے۔ لوگ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے اور سب تیاریاں مکمل تھیں۔ مولانا موصوف جب دفتر کے دروازے میں سے داخل ہونے لگے تو ضلعی اور مقامی عہدہ داران کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے فرمانے لگے:

"آپ نے ابھی تک صرف دفتر سجائے ہیں۔ کسی بڑے افسر کا اچانک معائنہ نہیں دیکھا!"

اور کمرے میں ایک ہلکا سا قہقہہ ابھرا۔

حقانیت کی دلیل

راوی: محمد اسحاق قریشی: تحریر: عبدالغنی عثمان

ایک مجلس میں میں نے مولانا مودودی صاحب کو بتایا: "میں مرزائیوں کے کارخانے میں کام کرتا ہوں۔ اس کارخانے کے مالک کہتے ہیں کہ دورِ حاضر میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصانیف کے ذریعے اسلام کی جتنی خدمت کی ہے، وہ بے نظیر ہے اور یہ ان کی حقانیت کی بھی دلیل ہے۔"

فرمانے لگے: "جی ہاں! مرزا صاحب نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں"
پھر مسکراتے ہوئے مزید فرمایا: "میں ہر قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ چاہے لکھنے والا کوئی ہو۔ لیکن جونہی مرزا صاحب کی کسی کتاب کو ہاتھ لگاتا ہوں میرے سر میں درد شروع ہو جاتا ہے۔ کہیں یہ ان کی 'حقانیت' کی دلیل نہ ہو!"

دشمنوں کے درمیان

روایت: میاں محمد اویس

مولانا محترم عمر فاروق، احمد فاروق، محمد فاروق اور خالد فاروق کو پیار سے بالترتیب جگو میاں، امن میاں، چھن چھن میاں اور گڈو میاں کہتے تھے۔ حسین فاروق اور حیدر فاروق کو حسین میاں اور حیدر میاں کہہ کر پکارتے۔۔ جب خالد فاروق عرف گڈو میاں پیدا ہوئے اور کچھ ہوش سنبھالا تو بہن بھائی سب ان کو ذرا زیادہ ہی چھیڑتے تھے۔ سب نے گڈو میاں کی ایک چڑ بنالی تھی اور سب انھیں "گڈو چندھا" کہتے تھے، اس لئے گڈو میاں بھی مولانا سے سب کی شکایت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب مولانا غالباً ڈھاکہ جا رہے تھے تو رخصت ہوتے وقت فرمایا:

"گڈو میاں! تمہیں اللہ کے سپرد کیا، 'دشمنوں' کے درمیان چھوڑ کر جا رہا ہوں"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء، صفحہ ۱۵۴)

تار دے کر بلوانا تھا

حفیظ الرحمٰن صدیقی

۱۹۵۳ء میں ڈھاکہ میں جماعت کے ایک کارکن ڈاکٹر عطاء الرحمٰن کی شادی کا رشتہ طے پایا ان ہی دنوں مولانا کا مشرقی پاکستان کے پہلے دورے کا پروگرام بنا۔ عطاء الرحمٰن صاحب کی خواہش تھی کہ ان کا نکاح مولانا پڑھائیں۔ لہٰذا انھوں نے شادی کی تاریخ کا تعین مولانا کی تشریف آوری پر منحصر کر دیا مگر سوئے اتفاق کہ مولانا تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار ہو گئے اور ۱۹۵۵ء تک محبوس رہے۔ عطاء الرحمٰن صاحب نے اپنی شادی ملتوی کر دی۔ ۱۹۵۶ء میں جب مولانا مشرقی پاکستان تشریف لے گئے تو عطاء الرحمٰن صاحب نے اپنی شادی

کی تاریخ مقرر کی اور مولانا سے نکاح پڑھانے کی استدعا کی۔ مولانا کو جب معلوم ہوا کہ عطاءالرحمٰن صاحب نے اپنی شادی کی تاریخ کا تعین مولانا کی تشریف آوری پر منحصر کر رکھا تھا تو بڑی حیرت ظاہر کی اور ہنس کر فرمایا:

"پھر تو (میری رہائی کے بعد) مجھے تار دے کر آپ کو بلوانا چاہیئے تھا۔"

(ہفت روزہ وقت کراچی ستمبر ۱۹۸۰ء صہ ۳۰)

پتھر کا جگر

پروفیسر فروغ احمد

مولانا تسلی کے کلمات بھی اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ سننے والے کا حوصلہ بڑھتا تھا۔ ایک بار ڈھاکے میں جبکہ میں بیماری کے سبب بے حد کمزور تھا۔ مولانا نے بیمار پرسی کی اور پوچھا۔

"کیا تکلیف ہے ؟"

میں نے عرض کیا! "جگر کی خرابی کے سبب معدے اور آنتوں کی تکلیف ہے۔"

مسکراتے ہوئے فرمایا: "تحریک کے کارکن کا جگر پتھر کا ہونا چاہیئے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صہ ۱۵۹)

دن دہاڑے

پروفیسر فروغ احمد

ڈھاکہ کی ایک مسجد میں علماء کرام سے تبادلۂ خیال کا پروگرام تھا۔ صحن مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے مولانا نے جوتیاں اتاریں، تو میاں طفیل محمد صاحب اپنی جوتیوں کے ساتھ مولانا کی جوتیوں کو بھی سنبھالنے لگے۔ اس پر مولانا نے دوسرے رفقاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ، یہ دن دہاڑے میاں صاحب کیا کر رہے ہیں!"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صہ ۱۵۹)

مرغ کا پوسٹ مارٹم

پروفیسر فروغ احمد

ڈھاکے میں ایک رفیقِ جماعت جناب اشفاق مرزا صاحب کے یہاں مولانا کھانے پر مدعو

تھے۔ ایک اور رفیق جماعت قاری جلیل اشرف ندوی صاحب نے دسترخوان پر میٹھے بیٹھے سوال کر دیا: "مولانا! پوسٹ مارٹم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

مولانا نے مرغ مسلم کی ایک پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"آئیے! پہلے اس کا تو پوسٹ مارٹم کر لیں!" (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء ص ۱۵۹)

استادجی

پروفیسر فروغ احمد

میرے ایک پرانے شاگرد میرے پاس آئے اور مولانا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں انھیں مولانا کی خدمت میں لے گیا۔ تعارف کراتے ہوئے میں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ میرے شاگرد ہیں۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اس نوجوان نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے کہا "یہ میرے استاد ہیں!"

مولانا نے مجھے دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: "اچھا! آپ استادجی ہیں!"

میں نے جواباً اکبرالہ آبادی کا مکمل مصرعہ پڑھا ع

"استاد تو وہ ہوں مگر استادجی نہ ہوں!"

اس پر مولانا اپنے مخصوص انداز میں ہنس پڑے۔ ان کی ہنسی قہقہہ نہیں خندۂ زیرلب ہوتی تھی

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ص ۱۵۵)

کیسے بہادر ہو!

راوی: مولانا عبدالسبحان تحریر: سید لطف زیدی

۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا مشرقی پاکستان تشریف لے گئے تو ہم لوگوں نے کھلنا سرکٹ ہاؤس میں آپ کی رہائش کا انتظام کیا اور چونکہ اس علاقے میں مچھر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے مولانا کی چارپائی پر مچھر دانی لگادی گئی۔ دوسرے دن ہمارے ایک رفیق مولانا محمد یوسف صاحب نے استفسار کیا: "مولانا! رات نیند تو اچھی آئی، مچھروں نے تو نہیں کاٹا؟"

مولانا نے بے ساختہ فرمایا: "نہیں! کاٹا تو نہیں، لیکن نعرے ساری رات لگاتے رہے کہ کیسے بہادر ہو، مچھر دانی میں چھپ گئے ہو، ذرا باہر تو نکلو!"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء ص ۱۷)

سیاہ دفتر

(محمد یحییٰ)

ایک بار ہم لوگ سیر و تفریح کے لئے شاہدرہ گئے۔ مولانا بھی ہمراہ تھے۔ راستے میں ہمیں ایک بلند و بالا اور سفید عمارت نظر آئی، یہ عمارت دفتر سی۔ آئی۔ ڈی کے متصل واقع ہے۔ کسی نے اس بلند اور سفید عمارت کے بارے میں کہا کہ! "یہی سی۔ آئی۔ ڈی کا دفتر ہے"

مولانا نے فرمایا! "سی۔ آئی۔ ڈی کا دفتر سیاہ ہونا چاہیئے۔ سفید کیسے ہو سکتا ہے؟"

(سی۔ آئی۔ ڈی کا ملحقہ دفتر فی الحقیقت سیاہ ہی تھا!)

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء ص ۱۸۷، ۱۸۸)

بِلّا دودھ مانگتا ہے

(محمد یحییٰ)

ایک صاحب نے کہا: "لیبل کو بار بار کہا جائے، تو بلّے بن جاتا ہے"

مولانا بولے: "بھائی! بلّا تو دودھ مانگتا ہے۔ جیل میں ان لوگوں کو جنھیں طویل قید کا سامنا ہوتی ہے۔ نمبردار بنا دیا جاتا ہے اور انھیں نمبرداری کا بلّا بھی ملتا ہے۔ ایک قیدی جسے طویل قید کی سزا ہوئی تھی، میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا! تمہاری سزا تو طویل ہے مگر تمہارے پاس بِلّا نہیں ہے"

وہ بولا "جناب! بِلّا دودھ مانگتا ہے"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء ص ۱۸۸)

پان کی "الہامی ترکیب"

مولانا نعیم صدیقی

مولانا مودودی کی ذوقیات کا شجرۂ طیبہ چائے اور برفاب سے سیراب ہوتا ہے اور اس کی ٹہنیاں پان کے پتوں سے آراستہ ہیں۔ پان مولانا کے ہاں مسرت و تفریح کا ترجمان ہے اور یہی نازک سا برگ سبز پریشانیوں کے بار ہائے گراں اپنے کفِ حنائی پر سہارتا ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ کاوش و تفکر کی گھڑیوں کا رفیق ہے۔۔۔ مولانا کی رائے میں پان کی ترکیب و ترتیب "الہامی" ہے فرماتے ہیں کہ "ذرا اس کے اجزاء کے تنوع اور ان کی باہمی مغائرت کو دیکھئے۔ کہاں کہاں سے

یہ اجزاء لاکر جوڑ ملائے جاتے ہیں۔ انسانی ذائقہ محض عقل کی رہنمائی سے کہاں یہ ترکیب پیدا کرسکتا ہے۔"

(نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۱۹۴، ۱۱۹۵)

اصل رزق

(مولانا نعیم صدیقی)

مولانا مودودی سے احباب کی مجلس میں (جو سفرِ حج (۱۹۵۶ء مرتب) سے واپسی پر فوراً ہی مرکزی دفتر میں منعقد ہوئی) دریافت کیا گیا کہ "کیا پان اس لمبے سفر میں ملتا رہا؟"

فرمانے لگے کہ "اللہ تعالیٰ نے خاص انتظام یہ کیا کہ مفتی محمد شفیع صاحب کو ہم سفر بنایا۔ ان کے ساتھ پان کا ذخیرہ تھا اور وہ اسے دیر تک محفوظ رکھنے کا کوئی خاص طریقہ جانتے تھے۔ چنانچہ پان ملتا رہا۔ کوئی چار دن کا 'فاقہ' کیا ہوگا کہ مکہ پہنچ گئے اور مکہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ضمانت ہے ہی کہ یہاں رزق ضرور ملے گا۔"

ایک صاحب نے پوچھا: "کیا مولانا! پان بھی رزق کی تعریف میں آتا ہے؟"

"اجی واہ، تو کیا روٹی اور سالن ہی کا نام رزق ہے!" مودودی صاحب خندہ آمیز انداز سے فرمانے لگے: اصل رزق تو پان ہے۔"

(نقوش لاہور شخصیات نمبر ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء صفحہ نمبر ۱۱۹۴)

مسلمان اور ہندنی کا بیاہ

(نسیم آرا)

ایک دن آپا جان نے گوشت اور چنے کی دال پکوائی۔ جب مولانا کھانے پر بیٹھے تو کہنے لگے "بیوی یہ تم نے کیا ظلم ڈھایا ہے۔ ایک ہندنی کا بیاہ ایک مسلمان سے کر دیا ہے۔"

ہندو چونکہ دالیں بہت کھاتے ہیں اور مسلمان گوشت خور قوم ہے اس لئے انھوں نے گوشت کو مسلمان قرار دیا اور چنے کی دال کو ہندنی۔ (ماہنامہ بتول لاہور سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱۱۳)

تھکا ہارا گھوڑا

(محمد یوسف)

ایک اجتماع میں مولانا دس منٹ لیٹ پہنچے۔ کارکنوں نے ان کا احتساب کیا کہ "مولانا اگر آپ ہی

اجتماعات میں دیر سے پہنچیں گے تو عام کارکنوں کا کیا حال ہوگا؟"

مولانا نے کہا: "میری حالت اس وقت اس گھوڑے جیسی ہے جو دن بھر بوجھ سے مارا مارا پھرا ہو، اور پھر شام کے وقت اس کا کوچوان اسے ہنٹر مارے کہ چل اور آگے چل"

(روزنامہ جسارت کراچی، سید مودودی نمبر صفحہ نمبر ۹)

پہلی گھمائی

(سید اسعد گیلانی)

ماہرالقادری صاحب نے مولانا کے پان میں تمباکو کھانے کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سے کہا "مولانا! آپ تو بڑے شوق سے مزے لے کر تمباکو کھاتے ہیں۔ مگر میرا عالم یہ ہے کہ چھالیہ میں تمباکو چھو بھی جائے تو گھمائی آتی ہے"

مولانا نے فرمایا: "پہلے میرا بھی یہی حال تھا لیکن ایک بار کسی دوست نے تمباکو والا پان کھلا دیا جس سے مجھے بھی سخت "گھمائی" آئی۔ پھر اس پہلی گھمائی کے بعد تمباکو کھانے کی عادت پڑ گئی بس پہلی گھمائی ہی گھما کر مجھے اس طرف لے گئی"

(سید مودودی بچپن جوانی بڑھاپا صفحہ ۲۰۰)

اور ہماری خبر لیتے ہیں

سید اسعد گیلانی

کراچی کی ایک مجلس میں ایک صاحب نے شکایت کی کہ اخبارات سرکاری خبر تو دیتے ہیں مگر ہماری خبر نہیں دیتے۔ مولانا نے فرمایا: "وہ ان کی خبر دیتے ہیں اور ہماری خبر لیتے ہیں"

اس پر پوری محفل کشتِ زعفران بن گئی۔

(سید مودودی بچپن جوانی بڑھاپا صفحہ ۲۱۲)

تنور

(سید اسعد گیلانی)

ایک مرتبہ مولانا محترم گرمیوں میں سفر کرتے ہوئے کراچی سے واپس لاہور آرہے تھے۔ جب ملتان اسٹیشن پر گاڑی رکی اور ملنے والوں کی بھیڑ نے نعرے بلند کئے تو مولانا اچانک اپنے ڈبہ سے باہر نکلے

گرمی کا موسم تھا۔ پھر ملتان کی جھلسا دینے والی گرمی۔ ڈبہ سے یک لخت باہر آئے تو باہر جھلسا دینے والی لُو اور گرمی لگی۔

"اوہو! آپ لوگوں نے تو باہر تنور بنا رکھا ہے۔" مولانا نے بے ساختہ کہا۔

اور سب حاضرین کے چہرے مسرت سے کھل گئے۔

(سید مودودی بچپن، جوانی، بڑھاپا، صفحہ نمبر ۲۰۹)

آپ مجھے شہید کرانا چاہتے ہیں

(ابوالوفا حجازی)

جس زمانے میں جماعت میں خلفشار رونما ہوا اور مولانا نے امارت سے استعفیٰ دے دیا تو جماعت کے عام ارکان اور ہمدرد پریشان ہو گئے، مبادا جماعت اسلامی ایسی عظیم تنظیم جو پوری دنیا میں اسلامی انقلاب کے لئے سرگرم عمل ہے۔ انتشار کی نذر ہو جائے۔ ایک روز ایک صاحب گھبرائے ہوئے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بحث کرنے لگے کہ آپ نے استعفیٰ کیوں دیا۔ انھوں نے کہا: پوری تاریخ اسلام میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ حکومت یا کسی جماعت کے سربراہ نے محض چند افراد کے اختلاف پر اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا ہو حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ نے شہید ہونا قبول کر لیا لیکن اپنے منصب سے مستعفی نہیں ہوئے۔"

مولانا مودودی مسکرائے اور فرمایا: "اچھا! تو آپ مجھے شہید کرانا چاہتے ہیں۔"

اور پوری محفل کشتِ زعفران بن گئی اور وہ صاحب اپنے دلائل کی بساط لپیٹ کر خاموش ہو گئے۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۰۸)

ووٹروں کا حق

(ابوالوفا حجازی)

ماچھی گوٹھ کا اجتماع ختم ہوا تو سیالکوٹ کے شیخ محمد فاضل نے مجھ سے کہا: "آئیے، مولانا کے پاس چلیں، انھیں سیالکوٹ میں پکنک کے ایک پروگرام پر مدعو کرتے ہیں تاکہ خلفشار سے پیدا شدہ کوفت دور ہو جائے جس میں مولانا محترم اور ہم سب لوگ ایک عرصہ تک مبتلا رہے ہیں۔"

مولانا سے شیخ محمد فاضل نے کہا: "مولانا! ہم نے آپ کو اٹھانوے فی صد ووٹ دے کر کامیاب

کرایا ہے۔ اب لائیے ہمارا حق دیجیے!"

مولانا مسکرائے اور کہا: "شیخ صاحب! آپ لیٹ ہوگئے۔ ہمارے ہاں تو روایت یہ ہے کہ ووٹر کا حق اسی وقت تک ہوتا ہے، جب تک وہ ووٹ کاسٹ نہیں کرلیتا۔ اس کے بعد تو ووٹر کو کوئی نہیں پوچھتا!"

پھر فرمایا: "بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں؟"

ہم نے عرض کی: "صرف ایک دن کے لئے سیالکوٹ میں پکنک منانے کی دعوت دینے آئے ہیں۔"

کہنے لگے: "منظور ہے۔"

(پھر مولانا نے ہیڈمرالہ ضلع سیالکوٹ کے مقام پر پکنک کے پروگرام میں شرکت فرما کر ووٹروں کا "حق" ادا کر دیا۔ مرتب)

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۰۸)

خراب کر دیا ہے!

(ابوالوفا حجازی)

ایک دوست نے سوال کیا: "مولانا! آپ کی والدہ محترمہ زندہ ہیں؟"

فرمانے لگے: "ہاں! خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں کہ میرے بیٹے کو جماعت والوں نے خراب کر دیا ہے اور جماعت والے لوگوں کی مائیں مجھے روتی ہیں کہ ہمارے بچوں کو مودودی نے خراب کر دیا ہے۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۰۹)

اصلاح کا کام

(فضل معبود)

۱۹۵۵ء کا زمانہ تھا۔ مولانا اصلاحی صاحب نے اسی برس کوٹ شیر سنگھ میں شوریٰ کے اجلاس میں آخری بار شرکت کی تھی۔ اس کے بعد لاہور میں شوریٰ کا ایک اجلاس ہوا جس میں اصلاحی صاحب نے شرکت تو نہ کی، لیکن ارکان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ مولانا کو کسی نے حجامت کی ایک جدید مشین دیدی تھی۔ اصلاحی صاحب نے مولانا کے ہاتھ میں حجامت کی مشین دیکھتے ہوئے

کہا: "اچھا، آپ یہ کام بھی کرتے ہیں؟"

مولانا محترم نے کہا: "ہاں! ہم اصلاح کا کام کرتے ہیں۔"

اور محفل مسکرا اٹھی۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائدِ انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۴۸)

لیڈر بننے کا نسخہ

(ایم۔ اے۔ شائق)

مجھے مولانا مودودی کی محفل میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا نے اٹھ کر مصافحہ کیا۔ زمانۂ طالب علمی تھا۔ میں نے جسارت کر کے ایک مختصر سوال پوچھ ڈالا! "مولانا! اگر آدمی لیڈر بننا چاہے تو اسے کیا کرنا چاہیئے؟"

شگفتہ لہجے میں فرمایا: "بیٹا! اگر لیڈر بننا چاہتے ہو، تو قرآن کے گہرے قاری بن جاؤ۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائدِ انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۷۰ صفحہ ۱۰۷)

گُلِ گلزار

(فریداحمد پراچہ)

ان دنوں میں تیسری جماعت کا طالب علم تھا۔ جب مولانا محترم میانوالی تشریف لائے۔ والد صاحب جماعت کے امیر تھے۔ مجھے یاد ہے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کے لئے آنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ لیکن نظم و ضبط کا یہ عالم کہ تقریباً ہر فرد کو مولانا محترم سے مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی مولانا قطار میں کھڑے ہر فرد سے ہاتھ ملاتے۔ جب مجھ تک پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ یہ مولانا گلزار احمد مظاہری صاحب کے بیٹے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو یوں کہیئے ناکہ یہ گُلِ گلزار ہیں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۴)

بھگوڑا

(راوی: محمد انور مغل ایڈووکیٹ تحریر عبدالغنی فاروق)

ڈسکہ میں ایک مرتبہ مرحوم و مغفور ڈاکٹر نذیر شہید تشریف لائے تو انھوں نے مولانا کی شگفتگیٔ کلام کا ایک واقعہ سنایا۔ ہوا یوں کہ جماعت کے رہنما پکنک کے لئے شالامار باغ گئے۔ مولانا بھی ہمراہ تھے وہاں

طے پایا کہ دوڑ کا مقابلہ ہو ـــــ اس میں مولانا سمیت سب اکابرین نے دوڑ لگائی۔ خورشید صاحب آگے نکل گئے، تو مولانا کہنے لگے :

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ ہماری جماعت میں ایسے بھگوڑے بھی موجود ہیں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور ۔ مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۰۵)

باپ کی نماز

بیگم سید مودودی

ایک مرتبہ ہم سب کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بڑے لڑکے کو نصیحت کر رہی تھی کہ : "بیٹا! نماز پڑھا کرو۔ دیکھو لوگ کیا کہیں گے کہ مودودی صاحب کا بیٹا نماز نہیں پڑھتا۔"

اس پر مودودی صاحب بولے : "بیٹا! جب بھی نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھنا، باپ کی نماز نہ پڑھنا۔"

(مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں۔ مرتب: محمد یوسف ص ۳۴۲)

ذرا ان کی بیاض تو دیکھئے

(روایت: محمد رفیق اشرفی)

ایک تقریب میں، جس کی صدارت ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب کر رہے تھے۔ مہمانوں میں سے ایک صاحب نے نظم سنانے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل گئی، تو انھوں نے تیس چالیس شعر کی نظم یہ کہہ کر سنائی کہ یہ اسعد گیلانی صاحب کا کلام ہے۔ نظم ختم ہوئی تو مولانا نعیم صدیقی صاحب بولے :

"بھئی! خدا کا خوف کرو، یہ تو میری نظم ہے۔"

ان صاحب نے وضاحت کی کہ : "میں نے تو یہ 'جہانِ نو' سے نقل کی ہے۔"

انھیں بتایا گیا کہ اسعد گیلانی صاحب اس پرچے کے ایڈیٹر ہیں، لیکن کلام نعیم صاحب ہی کا ہے۔ مولانا یہ سب باتیں بہت دلچسپی سے سن رہے تھے۔ اپنے خاص انداز میں فرمایا: "اچھا یہ بات ہے۔ ویسے یہ ایسے تو نہ لگتے تھے۔ موقع پر پکڑے گئے۔ ذرا ان کی بیاض تو دیکھئے، اور کس کس کا مال ہے۔"

اس پر قہقہہ بلند ہوا۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائد انقلاب نمبر ص۱۰۰)

آسمانی حلوہ

(سید اسعد گیلانی)

مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں مشرقی پاکستان کے ارکانِ مجلس اپنے ہمراہ وہاں کا مشہور کیلا "ساگر" بھی لائے تھے۔ انھوں نے وہ مولانا محترم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا مولانا نے حسب عادت اپنے پاس ٹھہرے ہوئے لوگوں میں بھی تقسیم کیا اور فرمایا کہ "یہ آسمانی حلوہ ہے"۔

(سید مودودی بچپن جوانی بڑھاپا صفحہ ۲۱)

ابن قیم

(پروفیسر فروغ احمد)

۱۹۵۷ء کی بات ہے۔ میاں طفیل محمد صاحب نے جو ان دنوں جماعت کے قیم تھے مشرقی پاکستان کے رفقاء کو کھانے کی دعوت دے رکھی تھی۔ مولانا بھی مدعو تھے۔ فقیر حسین صاحب بھی موجود تھے۔ دو بچے شیروانیوں ٹوپیوں میں ملبوس کھڑے تھے۔ مولانا نے فقیر حسین صاحب سے دریافت کیا

"یہ فقراء ہیں؟" (یعنی فقیر حسین کے بیٹے)

فقیر حسین صاحب نے کہا: "یہ میاں صاحب کے بچے ہیں"

"مولانا نے برجستہ فرمایا: "اچھا! تو یوں کہیے کہ ابن قیم ہیں"۔ (یعنی قیم صاحب کے بیٹے)

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۶)

سندھی ٹوپی

(راوی: مولانا جان محمد بھٹو تحریر: سید ظفر حسین)

۱۹۵۷ء میں ایک دفعہ سکھر کے اجتماع کے بعد مولوی عبدالرحیم صاحب مولانا کے لیے ایک سندھی ٹوپی تحفتہً لائے مگر کہنے لگے کہ مولانا کے پاس نہیں جانا کیونکہ وہ ہمارے تحفوں کی قدر نہیں کرتے خیر میں انھیں جبراً جب مولانا کے پاس لے گیا اور مولانا کو ٹوپی پیش کی تو وہ یہ تحفہ دیکھ کر بولے۔

"او ہو! میں تو اس تحفے کے لئے بڑی دیر سے منتظر تھا کہ کوئی مجھے اس طرح کا تحفہ دے۔

یہ سن کر مولوی عبدالرحیم صاحب مولانا کی زندہ دلی کے قائل ہو گئے۔

(ہفت روزہ لیل و نہار لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۶)

اپنوں سے کیا پردہ!

(لالہ صحرائی)

ملتان میں جماعت اسلامی کا اجتماع تھا... اجتماع سے ایک روز پہلے مولانا دوپہر کی گاڑی سے ملتان پہنچے۔ ان کے قیام کا انتظام چونکہ اجتماع گاہ ہی میں عام کارکنوں کے ساتھ تھا۔ لہٰذا ریلوے اسٹیشن سے وہ سیدھے اجتماع گاہ میں تشریف لائے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ مولانا نے سفر کا گرد وغبار بدن سے اتارنے کے لئے غسل کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس پر رفقاء انھیں اس جگہ لے آئے۔ جہاں ہم چار پانچ کارکن چھڑیوں، صفوں، ٹاٹوں اور رسیوں کے "مسالہ" سے عارضی غسل خانے "تعمیر" کر رہے تھے۔ ان کی "تعمیر" میں چند مراحل باقی تھے۔ لہٰذا ہم نے مولانا سے چند لمحوں کے توقف کی درخواست کی۔ مولانا صابن تولیہ سے لیس ایک جانب کھڑے ہو گئے۔ دو تین رفقاء ان کے ساتھ آگئے تھے۔ آٹھ دس مزید اصحاب انھیں وہاں دیکھ کر جمع ہو گئے۔ ہر شخص نے مولانا کی مزاج پرسی کی۔ جواب میں مولانا شکریہ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد حاضرین سے فرداً فرداً دریافت احوال شروع کر دی۔ دس پندرہ منٹ اسی طرح گزر گئے۔ مولانا تو تاخیر کا خیال نہیں فرما رہے تھے۔ تاہم ہمیں اپنے کام میں تاخیر خود ہی ناروا محسوس ہو رہی تھی۔

"مولانا! صرف چند منٹ اور انتظار کی زحمت فرمائیے!" میں نے احساس ندامت چھپاتے ہوئے کہا۔ "بس ایک سائڈ پر پردہ لگانا باقی رہ گیا ہے۔"

"اجی چھوڑیے، اس پردے کے تکلف کو، یہاں کون سے غیر محرم کھڑے ہیں۔"

مولانا نے ایک نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ دھیمے سے ارشاد فرمایا۔ حاضرین نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ لیکن مولانا نے اپنی مسکراہٹ کو پھیلا کر محض ایک مدھم سی ہنسی سے کام لیا۔

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۵، ۱۶)

نمائش کا جزوِ لازم

(راز کاشمیری)

۱۹۵۸ء میں ایوب خاں مرحوم کے مارشل لا سے پہلے انتخابی اور سیاسی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ مولانا مرحوم نے ان دنوں پورے ملک کا دورہ کیا تھا۔ اس دورہ کے ضمن میں وہ جب

ملتان تشریف لائے تو میں ملازمت کے سلسلہ میں وہیں مقیم تھا۔ اس کانفرنس میں ایک نمائش گاہ ترتیب دینے کا بھی پروگرام تھا۔ ہم نے چارٹس، بینرز اور بورڈوں پر قلم اور موقلم سے جماعت کے مقاصد، اصول اور عزائم کو رنگوں کے امتزاج سے دلچسپ اور دل کش انداز میں ترتیب دیا۔ مولانا کو جب یہ نمائش دکھانے کے لئے وہاں بلایا گیا تو گائڈ اور ترجمان ہونے کا اعزاز مجھے ملا۔ دوسرے روز مولانا مرحوم ملت ہائی اسکول کے معائنہ کے لئے تشریف لائے۔ ملت اسکول میں ایک مستقل تعلیمی نمائش گاہ تھی۔ وہ بھی مجھے دکھانے کا شرف حاصل ہوا۔ مجھے وہاں دیکھ کر مولانا بے ساختہ بولے: "اچھا!"

کچھ دنوں بعد فیصل آباد میں کانفرنس تھی۔ مولانا گلزار احمد صاحب مظاہری وہاں کے منتظم اعلیٰ تھے۔ وہ بھی ملتان تشریف لائے تھے اور یہ وعدہ لے کر گئے تھے کہ اس نمائش کا کچھ حصہ فیصل آباد لایا جائے گا۔ لہٰذا یہ کام میرے سپرد تھا۔ فیصل آباد میں جب مولانا مرحوم نمائش گاہ میں تشریف لائے تو میں نے گیٹ پر ان کا خیر مقدم کیا اور مصافحہ کرتے ہوئے کہا:

"خواجہ عبدالمنان راز"

انھوں نے چھلکتے ہوئے تبسم کے ساتھ فرمایا: "تو کیا ابھی تک آپ راز ہی ہیں؟"

اور پھر کہا: "معلوم ہوتا ہے آپ نمائش کا ایک لازمی جزو ہیں!"

مولانا کی اس بات پر میں تو قہقہہ نہ لگا سکا، بس سر جھکا دیا لیکن مولانا مرحوم کے ساتھ کے حضرات کا قہقہہ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔" (ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر ۱۹۸۰ء صـ۲۵)

طب کا تصوف

(ابوالوفا حجازی)

ایک بار مولانا اپنے علاج کے سلسلے میں سیالکوٹ کے ڈاکٹر اللہ رکھا ہومیو مرحوم کے پاس تشریف لائے۔ دفتر میں بات چیت کی نشست ہوئی۔ مولانا نے فرمایا: "ہومیوپیتھی طب کا تصوف ہے لگ جائے تو چودہ طبق روشن اور نہ لگے، تو کوئی نقصان نہیں۔"

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صـ۱۰۹)

پیشاب سے صفائی

(مولانا نعیم صدیقی)

صدر ایوب نے اپنے دورِ اقتدار میں تطہیر کی مہم کا نہایت زور و شور سے آغاز کیا تھا۔ ایک دفعہ سید مودودی کی محفل میں اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی۔ احباب اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ سید موصوف نے صفائی کی اس مہم پر دلچسپ انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"پیشاب سے غسل خانہ دُھل رہا ہے۔" [1]

اپنے گلوبند بدل لو!

(محمد مصاحب علی)

مولانا باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ میری آواز بلند تھی اور قد پست اور چودھری غلام جیلانی صاحب (مدیر ایشیا) دراز قد تھے اور پست آواز۔ اس پر مزاحاً کہتے:

"چھوٹا انجن اور بڑا ہارن اور بڑا انجن چھوٹا ہارن۔"

کبھی فرماتے: "اپنے گلوبند بدل لو تاکہ آواز ٹھیک ہو جائے۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص[illegible])

خراب طبیعت والوں کا کھانا

(راز کاشمیری)

غالباً یہ ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے۔ محترمہ اُم زبیر صاحبہ کی دختر نیک اختر کی شادی تھی۔ میں بارات کے ساتھ اچھرہ سے شاد باغ گیا تھا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس تقریب میں شامل تھے۔ میری طبیعت کچھ بوجھل بوجھل سی تھی۔ اس لئے کھانے میں شامل نہ ہوا اور باہر کرسی پر جا بیٹھا۔ وہاں سے اچانک مولانا مرحوم پر نظر پڑی۔ میں ان کے قریب گیا، دیکھا تو ان کا اپنا ٹفن کیریئر سامنے کھلا رکھا ہے اور سر جھکائے کھانے میں مصروف ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ مولانا نے سلام کا جواب دیا اور پھر رُک کر بولے: "آپ اِدھر سے ہیں یا اُدھر سے؟"

---

[1] مختلف اصحاب نے اس روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مذکورہ بالا روایت مولانا نعیم صدیقی صاحب کی ہے جو کہ اس محفل میں شریک تھے اور انھوں نے یہ الفاظ خود سماعت فرمائے تھے۔ مرتب

پاس بیٹھے ہوئے لوگ ان کے اس فقرہ پر کھل کھلا کر ہنسے۔ میں نے کہا: "جناب! دھر سے" لقمہ لیتے ہوئے گویا ہوئے! "میں تو اپنا پرہیزی کھانا ساتھ لایا ہوں۔ کیا آپ کھانا کھا چکے ہیں؟" میں نے کہا: "میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ اس لئے نہ کھانے ہی میں عافیت ہے؟"

مولانا نے ٹفن کا ایک ڈبہ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تو آئیے، یہ خراب طبیعت والوں ہی کا کھانا ہے!" (ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر ۱۹۸۰ء ص ۲۴)

کعبہ ترے اوپر ہے!

(راز کاشمیری)

شادی کی یہ تقریب ابھی جاری تھی کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ مولانا قریب کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ مرتب

جب آپ وضو کر کے اٹھے تو صف پر رکھی اچکن اٹھائی، خود ہی پہنی۔ ٹوپی سر پر رکھی۔ اچکن کے بٹن لگا رہے تھے تو ہارون صاحب (دولہا) وضو کر کے ان کے قریب آئے۔ اپنا کوٹ پہنا پینٹ کے پائنچے تر کر کے ٹخنوں سے اونچا کئے اور اپنی جناح کیپ اٹھا کر سر پر رکھ ہی رہے تھے کہ مولانا نے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولے:

"واہ! آپ نے دو تہذیبوں کو سر پر چڑھا رکھا ہے، یہ پینٹ کوٹ۔ اور یہ ٹوپی!"

اور پھر غالب کے مصرعہ کو تصرف کے ساتھ برجستہ پڑھ دیا: ع

"کعبہ ترے اوپر ہے، کلیسا ترے نیچے"!

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر ۱۹۸۰ء ص ۲۷)

ہم زلف

(راز کاشمیری)

اس تقریبِ عقد سے فارغ ہونے کے بعد جب مولانا محترم واپس جانے لگے تو صابر قرنی صاحب (دولہا کے بھائی) نے راز کاشمیری صاحب کو بھی اسی ویگن میں بٹھا دیا جس میں مولانا موصوف تشریف لے جا رہے تھے۔ مرتب

راستے میں مولانا نے میری طبیعت کا حال پوچھا۔ پھر قرنی صاحب سے تعلق پوچھا۔ میں نے کہا:

وہ میرے ہم زلف ہیں۔"

مولانا نے مسکرا کر فرمایا۔ "میرے نہ کہیئے بلکہ یوں کہیئے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ہم زلف ہیں۔"

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اکتوبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۴۹)

کسی اور کی نظر میں

(محمد یوسف)

بذلہ سنجی میں مولانا اپنا ایک علیحدہ ذوق رکھتے تھے۔ ۱۹۵۹ء میں مولانا مشرقِ وسطیٰ کے دورے پر جا رہے تھے۔ رامپور کے مرتضیٰ علی صاحب نے مولانا سے کہا: "میں آپ کے لئے اصلی کھال سے ایک خوبصورت ٹوپی بنا کر دوں گا۔"

مولانا نے کہا: "تو میرے سر کا ناپ لے لیجئے۔"

مرتضیٰ علی صاحب نے ہنس کر جواب دیا: "مولانا! آپ کا سر تو میری نظر میں ہے۔"

مولانا نے برجستہ کہا: "صرف آپ ہی کی نظر میں ہے یا کسی اور کی نظر میں بھی ہے۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۹)

یہ کون چور ہے؟

(محمد عاصم)

ایک تقریب میں شرکت کے بعد مولانا جب خُبر (سعودی عرب) میں اپنے میزبان راؤ محمد اختر صاحب کے گھر پہنچے تو چودھری غلام محمد صاحب کو ایک کمرے میں لیٹے ہوئے پایا۔ مولانا نے مزاحاً دریافت فرمایا: "یہ کون چور ہے جو مالک مکان کی اجازت کے بغیر اندر گھس آیا ہے؟"

چودھری صاحب نے بتایا: "جب دوپہر کے وقت میں یہاں پہنچا، تو دیکھا کہ مکان کھلا پڑا ہے[1] اور اس میں کوئی شخص نہیں ہے۔ میں اطمینان سے اندر گھس آیا اور ایک کمرے میں آکر سو رہا۔"

(سفرنامہ ارض القرآن صفحہ ۶۳)

---

[1] سعودی عرب میں ایسی مثالیں ملتی ہیں، کہ ایک شخص مکان کو مقفل کئے بغیر دو ایک روز کے لئے کہیں چلا گیا۔ راؤ صاحب بھی اسی طرح مکان کھلا چھوڑ گئے تھے۔ مرتب

اہل عرب اور قہوہ

(محمد عاصم)

معلوم نہیں عربوں کے ہاں قہوہ کا رواج کب سے ہوا. لیکن اب تو یہ لوگ اسے بڑے ہی مزے سے پیتے ہیں۔ اور بعض تو اس کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ جب تک صبح اٹھ کر اس کی خدمت نہ کرلیں اور اس کے چند گھونٹ حلق سے نیچے نہ اُتارلیں، اپنے اندر چستی محسوس نہیں کرتے. ایک مرتبہ ریاض میں ایک عرب کو علی الصباح قہوہ بناکر پیتے دیکھ کر مولانا فرمانے لگے: "ہمارے ہاں حقّہ پینے اور پان کھانے والوں کو شرم آنی چاہیے کہ انہیں اپنے حقّے اور پان سے اتنا بھی عشق نہیں ہے. جتنا ان لوگوں کو اپنے قہوہ سے ہے۔

ع "اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا"

(سفرنامہ ارض القرآن ص۹۵)

ہاتھی اور سلیمانی دیگیں

(محمد عاصم)

۲۵ نومبر ۱۹۵۹ء کو ریاض میں ظہر کے بعد مفتی اکبر شیخ محمد بن ابراہیم کے ہاں ہماری کھانے کی دعوت تھی. مفتی صاحب نے دعوت کا خاص اہتمام کیا تھا. اور آل الشیخ کے تقریباً سب ہی مشائخ کو مدعو کیا تھا۔ پہلے ایک کمرے میں نشست رہی. پھر کھانے کے لئے دوسرے کمرے میں گئے وہاں ایک بہت بڑی سینی میں چاولوں پر سالم بکرا پکا کر رکھا ہوا تھا. مولانا نے تعجب سے پوچھا: "یہ بکرا سالم کیسے پکا لیا جاتا ہے؟"

مفتی صاحب نے جواب دیا: "سالم بکرا پکالینا تو کوئی چیز نہیں. ابھی دو سال ہوئے، حجاز کے کسی مقام پر بادشاہ کی دعوت میں ایک سوڈانی باورچی نے سالم اونٹ پکا کر پیش کیا تھا!"

مولانا نے فرمایا: "اگر ہاتھی حلال ہوتا تو عرب کے باورچی شاید اسے بھی مسلّم پکا ڈالتے۔"

مفتی صاحب نے فرمایا: "جی ہاں! ہمارے ہاں نجد میں بعض دیگیں اتنی بڑی ہیں کہ ان میں تین اونٹ ایک ساتھ پکائے جاسکتے ہیں۔"

مولانا نے فرمایا: "غالباً یہ دیگیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت سے چلی آرہی ہوں گی۔"

(سفرنامہ ارض القرآن ص۱۲۵، ۱۲۶)

یہ ہماری برکت ہے

(محمد عاصم)

۲۶ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو مغرب کے وقت مولانا تبوک پہنچ گئے... اگلے دن آپ تبوک اور اس کے قدیم آثار دیکھتے رہے۔ مرتب

رات کو بارش شروع ہو گئی۔ تبوک کے لوگ بڑے خوش تھے کہ پانچ سال کے بعد یہ پہلی بارش ہے جو اس علاقے میں ہوئی ہے۔ مولانا نے شیخ صالح (تبوک کے محکمۂ شرعیہ کے رئیس) سے مزاحاً فرمایا کہ "یہ ہماری برکت ہے"۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔

(سفرنامہ ارض القرآن ص۲۶۰)

اہلاً وسہلاً

مولانائے محترم ایک انٹرویو کے دوران نومبر ۵۹ء تا فروری ۶۰ء کے عربستان کے اپنے طویل سفر کے مشاہدات و تاثرات بیان کرتے ہوئے عرب قوم پرستی پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔ مرتب

"حال ہی میں ایک شاعر کا ایک قصیدہ شائع ہوا ہے جس پر اس کو "تقدیس قومیۃ عربیۃ" کا لقب دیا گیا ہے اور انعامات اور صلات سے اس کو نوازا گیا ہے۔ اس قصیدے کا صرف ایک شعر سُن لیجئے اور اندازہ کیجئے کہ یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں۔ شاعر کہتا ہے: "سلام ہو اس کفر پر جو ہمارے درمیان اتحاد پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد ہماری طرف سے خوش آمدید ہے جہنم کے لئے"۔

میں نے جب یہ سُنا تو بے اختیار کہا کہ انشاء اللہ جہنم بھی اس کو اور اسے داد دینے والوں کو اہلاً وسہلاً ہی کہے گی"۔

(مولانا مودودی کے انٹرویو مرتبہ: ابوطارق ایم اے ص۹۵)

شادی کے بعد

(عابد نظامی)

مولانا سے میری پہلی ملاقات جس میں ان میں سے خوب خوب باتیں کرنے کا موقع ملا، فروری ۱۹۶۰ء میں ان کے دفتر میں ہوئی۔ کوثر نیازی صاحب مجھے مولانا سے ملانے کے لیے لائے

تھے۔ میں نے دورانِ گفتگو میں عرض کیا: "مولانا! عجیب بات ہے۔ چند روز قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے اپنی کتاب "اسلام اور ضبط ولادت" عطا فرمائی ہے اور کہا ہے کہ اس کا مطالعہ کرو۔"

مولانا نے پوچھا: "کیا آپ نے یہ کتاب پڑھ لی؟"

عرض کیا: "جی ہاں! پڑھ لی ہے۔"

مولانا نے ہنستے ہوئے فرمایا: "تو شادی کے بعد اس پر عمل بھی کیجئے گا۔"

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر دسمبر ۷۹ء صـ۸۷،۸۸)

عیاشی

(راوی: پروفیسر گوہر صدیقی۔ تحریر: عبدالغنی عثمان)

ایوب خاں کا زمانہ تھا۔ بڑا ہولناک دور تھا۔ میں ان دنوں لاہور یونیورسٹی میں تھا۔ ہم چند دوست کبھی کبھی رات گزارنے کے لئے مولانا مودودی کے دفتر کے باہر صحن میں صفوں پر لیٹ کر سوجایا کرتے تھے۔ ہر آٹھویں دسویں رات جب ہمارا "عیاشی" کا موڈ ہوتا تو یونیورسٹی سے چلتے، اچھرہ پہنچتے، صفیں بچھاتے اور لمبی تان کر سو جاتے۔ آخر ایک دن مولانا کو ہماری اس شب بسری کا پتہ چل ہی گیا۔ یہ معلوم کرکے کہ ہم ان کے دفتر کے باہر صحن میں پڑی ہوئی صفوں کو بستر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اور اس شب بسری کو عیاشی کا نام دیتے تھے۔ مسکرائے اور فرمانے لگے۔

"بھئی! اگر آپ نے اس چیز کو یونیورسٹی میں عام کر دیا تو ہمارے گھر کی ہر چیز "عیاشی" کی لپیٹ میں آجائے گی۔"

کاسٹنگ ووٹ

(راوی: پروفیسر گوہر صدیقی۔ تحریر: عبدالغنی عثمان)

مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ موضوع زیر بحث یہ تھا کہ مجلس شوریٰ کے صدر کو ووٹ کا حق ہونا چاہیے یا نہیں۔ تمام ارکان اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔ بحث ابھی جاری تھی کہ چائے کا وقفہ ہو گیا۔ میں نے مولانا محترم سے پوچھا: "مولانا! چائے میں کتنی چینی ڈالوں؟"

مولانا نے فرمایا: "تین چمچے"
جب میں ان کی چائے کی پیالی میں تین چمچے چینی ڈال چکا تو مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "چوتھا چمچہ بھی ڈال دیں اور یہ ہے میرا (CASTING VOTE)"
اور یوں انھوں نے نہایت شگفتہ انداز میں مسئلہ زیر بحث کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔

مگر نتیجہ؟

(ارشد کیانی)

ایک مرتبہ ایوب خاں صاحب کی طرف سے ملاقات کے لئے مولانا سے رابطہ قائم کیا گیا۔ جب مولانا پہنچے تو فوراً ایوب خاں نمودار ہوئے اور کہا: "مولانا! آپ سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ میں نے آپ کی کتابیں پڑھی ہیں۔"
وہ ابھی اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ مولانا نے فرمایا: "کتابیں تو پڑھی ہیں مگر اس کا نتیجہ تو کچھ بھی ظاہر نہ ہوا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۳)

کیا یہ کھیل گندا ہی رہنا چاہیئے

(الطاف حسن قریشی)

ایک بار ایوب خاں نے ملاقات کی غرض سے مولانا کو گورنر ہاؤس بلایا۔ مولانا چلے گئے۔ ملاقات گاہ میں ایوب خاں سے آمنا سامنا ہوا۔ ایوب خاں چند ثانیے اس انتظار میں رہے کہ مولانا بات کا آغاز شکریے کے ساتھ کریں گے، مگر ادھر سے علیک سلیک کے بعد خاموشی ہی رہی۔ ایوب خاں لب کشا ہوئے۔
"مولانا! سیاست تو بے حد گندا کھیل ہے، آپ یہاں کس لیے آ گئے؟"
مولانا نے بے محابا جواب دیا: "کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہ گندا ہی رہے؟"
ایوب خاں لاجواب ہو گئے۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور
اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۳۶)

ملکہ اور ٹائیلٹ

(ارشد کیانی)

ایوب خاں صاحب کے دور میں انگلستان کی ملکہ الزبتھ نے پاکستان کا دورہ کیا۔ ملکہ کو راولپنڈی سے پشاور بذریعہ کار جانا تھا۔ اربابِ حل وعقد نے خیال کیا کہ راولپنڈی سے پشاور تک کافی لمبا فاصلہ ہے۔ ممکن ہے راستے میں ملکہ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئے۔ چنانچہ انھوں نے مسافت کے نصف فاصلے پر سڑک سے تھوڑی دور ہٹ کر ایک خوبصورت ٹائیلٹ تعمیر کرایا جس پر پنتالیس ہزار روپے خرچ آئے لیکن نہ ملکہ کو ضرورت ہی پیش آئی نہ اس نے ٹائیلٹ استعمال کیا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد دیہاتی اس ٹائیلٹ کی خوبصورت ٹائلیں ——— اور دیگر تنصیبات اکھاڑ کر لے گئے۔ ایک عصری مجلس میں کسی صاحب نے مولانا سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور کہا: "دیکھئے مولانا! اس حکومت کے لچھن کہ قوم کا پنتالیس ہزار روپیہ بیکار ضائع کر دیا۔

مولانا نے برجستہ فرمایا:

"بھئی! یوں کہیے کہ اس نے ان پنتالیس ہزار پر پیشاب بھی نہ کیا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور۔ مارچ ۱۹۸۰ء ص ۲۳۸)

میں جن کے نکاح پڑھاتا ہوں

(سیّد نظر زیدی)

ایک دن ایک صاحب نے مولانا سے درخواست کی: "تھوڑا سا وقت نکال کر میرے بچے کی شادی میں شرکت فرمائیے۔ میری خواہش ہے اس کا نکاح آپ پڑھائیں۔"

مولانا نے فرمایا: "بھائی! میں نکاح تو پڑھا دوں گا، لیکن آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ میں جن کے نکاح پڑھاتا ہوں، ان کے ہاں بچے بہت زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔"

یاد رہے، یہ اس زمانے کی بات ہے جب خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک شروع ہو چکی تھی اور حکومت کی طرف سے زوردار پروپیگنڈہ مہم چل رہی تھی۔ ———

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء ص ۱۷)

تیسری شادی

(سید اسعد گیلانی)

کثرت ازدواج کے بارے میں ترقی پسند خواتین کے واویلے پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مجلس میں مولانا محترم نے فرمایا: "اس احتجاج کی مہم میں پیش پیش زیادہ تر وہ خواتین ہیں جو اپنے شوہروں کی دوسری بیویاں ہیں۔ پہلی بیویوں کو انھوں نے گاؤں میں بٹھوا دیا ہے خود صاحب کے ساتھ پھرتی ہیں اور کثرتِ ازدواج کے خلاف اس لیے شور مچاتی ہیں کہ صاحب کہیں تیسری نہ کر بیٹھیں۔"

مجلس طنزیہ مسکراہٹوں سے لبریز ہو گئی۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص ۲۱۳)

آسمان کے آنسو

(راوی: محمد یوسف۔ تحریر: عبدالغنی فاروق)

لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس سے مولانا نے خطاب فرمایا۔ آپ تقریر کرنے اُٹھے ہی تھے کہ بارش ہونے لگی۔ کنونشن لیگی مخالفین نے ہانک لگائی:

"اللہ نہیں چاہتا کہ آپ تقریر کریں۔"

مولانا نے برجستہ جواب دیا: "نہیں! زمین پر ظلم اتنے بڑھ گئے ہیں کہ آسمان بھی زار و قطار رونے لگا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء ص ۲۰۹)

دستوری مارشل لاء

(ابوالوفا حجازی)

۱۹۶۲ء میں نیا صدارتی دستور نافذ ہوا۔ مولانا نے راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ایک بہت بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا۔ نئے دستور پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

"مارشل لاء اٹھا نہیں، اٹھ کر بیٹھ گیا ہے۔ اور غیر دستوری مارشل لاء کی جگہ اب دستوری مارشل لاء نے لے لی ہے۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء ص ۱۱)

واہگہ سے اُدھر اور اِدھر

۵ار ستمبر ۱۹۶۲ء کو ایک مقام پر خطاب کرتے ہوئے آپ نے نہایت شگفتہ پیرائے میں صدر ایوب کے ۱۹۶۲ء کے دستور پر یوں تبصرہ فرمایا: مرتب

"اس دستور کے بنانے سے پہلے اور اعلان کرتے وقت بار بار ساری دنیا کے سامنے یہ کہا گیا ہے۔ کہ پاکستانی بے شعور اور جاہل ہیں۔ یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق کام چلے۔ یہ کیتنی عجیب بات ہے کہ واہگہ سے اُدھر کے باشندے تو پندرہ سال سے بالغ رائے دہی کی بنا پر قانون چلا رہے ہیں اور واہگہ سے اِدھر رہنے والے بے شعور، نادان اور جاہل ہیں۔ دنیا کے سامنے یہ بتایا جا رہا ہے کہ انگریزی حکومت کے زیر اثر ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں نے حکومت کے تجربے حاصل کیے ـــ انہی تعلیمی اداروں میں سب پڑھتے رہے مگر تقسیم اس طرح ہوئی کہ سارے عقل مند ادھر رہ گئے اور بے وقوف ادھر آگئے۔ ان میں شعور اس وقت ہوتا ہے۔ جب یہ بی ڈی ممبروں کو منتخب کرتے ہیں اور بی ڈی ممبر بھی اس وقت باشعور ہوتے ہیں جب وہ صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔"

(مولانا مودودی کی تقاریر حصہ اول مرتبہ ثروت صولت ص[illegible])

...سر تو اونچا رکھوں

(حاجی شیخ صغیر احمد)

پہلی مرتبہ جب مولانا میرے گھر پر مہمان ہوئے تو حسب معمول ان کے بستر پر ایک تکیہ رکھا گیا۔ سونے کے وقت مولانا نے فرمایا: "ایک تکیہ اور لاؤ۔"

میں ایک تکیہ اور لے آیا۔ مولانا نے دونوں تکیوں کو نیچے اوپر رکھا۔ میں نے کہا:

"مولانا! آپ کا سر تو بہت اونچا ہو جائے گا۔"

مزاح کے طور پر مولانا نے فرمایا:

"میرے پاس اور کچھ نہیں ہے کم سے کم سر تو اونچا رکھوں۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص[illegible])

انکسار

(راوی: پروفیسر گوہر صدیقی۔ تحریر: عبدالغنی عثمان)

ایک اجلاس کے موقع پر تعارف ہو رہا تھا۔ ہر آدمی اپنا نام اور شہر کا نام لیتا تھا ضیاءالدین صاحب جو جہلم سے تشریف لائے تھے۔ بولے! "ضیاءالدین۔ جہلم"

مولانا فوراً گویا ہوئے: "بھئی! اتنے انکسار کی بھی کیا بات ہے کہ آپ اپنے متعلق کہہ رہے ہیں۔ جہل۔۔۔ ام"

مولانا نے جہلم کا لفظ اس طرح ادا کیا کہ اس کے معنی میں دلچسپ تبدیلی پیدا ہو گئی اور شرکیک اجلاس لوگ اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکے۔

پیر مانو گے

میجر (ریٹائرڈ) مصطفیٰ شاہین

مولانا ایک بار راجہ جہانداد خاں صاحب (راولپنڈی) کے گھر شام کے کھانے پر مدعو تھے۔ اس محفل میں جناب سید علی اصغر شاہ صاحب بھی شامل تھے۔ ان کے خاندان کے افراد ایسے لوگوں کو تیل دَم کر کے دیتے ہیں جن کو باؤلا کتا کاٹ جائے۔ مریض اس تیل کے استعمال سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ میں نے مولانا سے اس کا تذکرہ کیا۔ مولانا مسکرا کر فرمانے لگے۔

"اگر یہی کام میں کر دوں تو کیا مجھے آپ پیر مان لیں گے؟"

یاد رہے کہ ایسی ہی بات مولانا موصوف کے خاندان میں بھی موجود ہے۔ مرتب

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۴۸)

مرغی سے نکاح

راوی: سید حیدر فاروق مودودی۔ تحریر: طارق نیازی

مجھے بچپن میں جانور (مرغیاں، بطخ، کبوتر وغیرہ) پالنے کا بہت شوق تھا۔ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مرغی گود میں دبائے رکھتا۔ ایک دن مولانا نے دیکھا اور بلا کر کہا:

"ہر وقت اس کو گود میں دبائے رکھتے ہو۔ لاؤ اس کا تم سے نکاح پڑھا دوں!"

میں لے کر چلا گیا تو فرمایا:

"جاؤ اس سے تمہارا نکاح پڑھا دیا!"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۷۹ء ص۳۸)

حجرِ اسود کا بوسہ

(سید اسعد گیلانی)

ایک جلسے میں کسی نے اعتراض کیا۔

"جب آپ حج کے لئے گئے تھے تو ایک صاحب کہتے ہیں کہ آپ نے حجرِ اسود کو بوسہ نہیں دیا تھا۔"

مولانا نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: "میں نے بوسہ دیا تھا یا نہیں، یہ مسئلہ تو بعد کا ہے سب سے پہلے تو میں اس شریف آدمی کو دیکھنا چاہتا ہوں جس نے اتنا طویل سفر میرے ساتھ صرف یہ دیکھنے کے لئے کیا تھا کہ میں حجرِ اسود کو بوسہ دیتا ہوں یا نہیں۔"

سارا جلسہ زعفران زار بن گیا۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص ۲۱۷)

فقرے باز

(کوثر نیازی)

جوش ملیح آبادی لاہور میں اپنے ایک مداحِ خاص میر صاحب کے ہاں قیام فرما تھے میر صاحب اور کوثر نیازی صاحب میں شناسائی تھی۔ میر صاحب نے جب جوش صاحب کی شاعری میں کوثر نیازی صاحب کی دلچسپی دیکھی تو ایک شب چند دوسرے دوستوں کے علاوہ انھیں بھی اپنے گھر جوش صاحب کے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی۔ یہ واقعہ اسی محفل کا ہے مرتب

یہ ۶۲ء یا ۶۳ء کا زمانہ تھا۔ میں ان دنوں جماعت اسلامی سے متعلق اور حضرت مولانا مودودی مرحوم کے مقربین میں شامل تھا۔ اس نسبت سے گفتگو میں زیادہ تر مولانا مودودی ہی زیرِ بحث رہے مولانا عرصہ دراز سے پتھری کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ جوش صاحب نے ان کی خیریت پوچھی تو میں نے عرض کیا "ان کے گردوں میں پتھری ہے۔"

کہنے لگے! "گویا قدرت انھیں اندر ہی اندر سنگسار کر رہی ہے۔"

بات وفورِ عقیدت میں مجھے بھی بری لگی، لیکن پتھری کی نسبت سے سنگساری کا جملہ اپنی جگہ دلچسپ تھا۔ بعد میں مولانا مرحوم سے اس کا ذکر کیا تو بڑے محظوظ ہوئے، کہنے لگے: "کم بخت فقرے بازی خوب کرتا ہے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۴ فروری ۱۹۸۶ء)

"جانانِ محمد"

(راوی: مولانا جان محمد بھٹو تحریر: ارباب نیک محمد)

کراچی میں مولانا محترم آئے ہوئے تھے۔ میں اور جان محمد عباسی صاحب ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ ہم باہر ہی کھڑے تھے کہ مولانا باہر تشریف لائے۔ ہمیں دیکھتے ہی فرمانے لگے۔
"اچھا جانانِ محمد"
کسی نے کہا کہ "تثنیہ کا نون اضافت کے وقت گر جاتا ہے۔"
اس پر فرمایا کہ "یہ میں نے فارسی میں جمع کیا ہے۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۵ مارچ ۸۲ء صـ۱۶)

ہدیۂ شیریں

مظفر خاں صاحب نے مظفرآباد آزاد کشمیر سے مولانا کے لئے شہد بھیجا تھا۔ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مولانا اپنے ایک مکتوب (محررہ ۹ مارچ ۶۳ء) میں رقمطراز ہیں۔ مرتب

"آپ کا ارسال کردہ شہد ملا۔ آپ کی اس پیہم نوازش کے لئے بہت شکر گزار ہوں کہ آپ کی طرف سے یہ ہدیۂ شیریں ہمیشہ پہنچتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں چشمۂ عسل سے سرفراز فرمائے۔ آپ جب تشریف لائیں گے۔ ظروف بلا مظروف حاضر خدمت کر دیئے جائیں گے۔"

(مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی جلد اول مرتبہ عاصم نعمانی صـ۶۵)

پٹھانوں کی نسل

(راوی: مولانا معین الدین خٹک۔ تحریر: فاروق سلیمی)

۱۹۶۳ء میں جب مولانا ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے دورے پر تشریف لائے، تو مجھ سے پٹھانوں کی تاریخ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا: "عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ پٹھان باپ کی طرف سے بنی اسرائیل اور ماں کی طرف سے قریشی ہیں، یعنی قیس عبدالرشید (بنی اسرائیلی) کی شادی حضرت خالد بن ولیدؓ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اسی بنا پر بعض پٹھان یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم حضرت خالدؓ کی اولاد سے ہیں۔"

مولانا نے یہ سن کر فرمایا: "اچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پٹھانوں کی نسل ماں سے چلتی ہے۔"
میں نے بے ساختہ عرض کیا: "جی ہاں! بالکل اسی طرح جس طرح سیّدوں کی اولاد ماں سے چلتی ہے۔"

اس پر مولانا بہت ہنسے اور میری حاضر جوابی کی تعریف فرمائی۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱۱)

چار سو بیسی

(راوی: مولانا معین الدین خٹک۔ تحریر: فاروق سلیمی)

مولانا پشاور سے ڈیرہ اسماعیل خاں آئے تھے اور یہیں سے واپس پشاور جانا تھا۔ ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچ کر دریافت فرمایا: "پشاور سے ڈیرہ کا فاصلہ کتنا ہے؟"

میں نے بتایا: "دو سو دس میل۔"

برجستہ بولے! "پھر تو آپ نے میرے ساتھ چار سو بیسی کی ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۸۰ء صفحہ ۱۱۱)

پینیرو کے مُرغ

(راوی: مولانا معین الدین خٹک۔ تحریر: فاروق سلیمی)

ڈیرہ اسماعیل خاں سے واپسی میں ہم پینیرو نامی ایک ایسے مقام پر رُکے جہاں کی مرغیاں بہت مشہور ہیں۔ ارباب سعید خان صاحب نے ایک پکا ہوا سالم مرغ خریدا۔ مولانا نے کھایا تو کہنے لگے: "بھئی! اب میں پینیرو کا قائل ہو گیا ہوں یہاں تو اکثر آنا جانا چاہیے۔"

میں نے ازراہِ تفنن عرض کیا: "جناب! پنیرو میرے علاقے میں ہے۔ مجھ سے اجازت لیں گے تو آئیں گے۔"

فرمایا: "میں میانوالی کے راستے سے چپکے سے آؤں گا اور مرغ کھا کر خاموشی سے چلا جاؤں گا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱۱)

امرود اور معدہ

(مولانا فضلِ معبود)

پشاور کے دورانِ قیام عبدالکریم صاحب رکن جماعت مولانا کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہتے ان کی روایت ہے کہ ایک دن دستر خوان پر میٹھے امرود رکھے تھے۔ لیکن مولانا ان کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے تھے۔ میزبان نے دو تین بار مولانا کو امرود کھانے کی طرف متوجہ کیا۔ اور بعد میں پوچھ ہی لیا۔ آپ کو امرود پسند نہیں؟"

مولانا نے برجستہ کہا: "امرود دوسرے پھلوں کی طرح جلد ہضم نہیں ہوتا۔ یہ معدے میں جا کر گھنٹوں بیٹھا رہتا ہے۔" اس پر حاضرین ہنس پڑے۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائد انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۸۱ء ص۱۴۵)

آپ داخلہ بند نہ کر دیں تو......

(مولانا فضل معبود)

پشاور کے ہوائی اڈے پر پشاور کے رفقاء آپ کو رخصت کرنے جمع تھے کہ امیر جماعت اسلامی سردار علی خاں مرحوم نے سید فرید اللہ شاہ صاحب کا تعارف مولانا سے کرادیا: "مولانا! یہ میرے ہم جماعت ہیں۔ اور آج کل گوجرانوالہ میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر کام کر رہے ہیں۔ اسی جہاز سے ان کو بھی لاہور جانا ہے۔"

مولانا نے خندہ پیشانی سے سید فرید اللہ شاہ صاحب سے ہاتھ ملایا اور ان سے بات چیت کی۔ سید فرید اللہ شاہ صاحب نے مولانا کو گوجرانوالہ آنے کی دعوت دی۔ مولانا نے مزاحاً کہا:

"آپ داخلہ بند نہ کر دیں تو۔"

اسی طرح ہنسی میں بات ختم ہو گئی... یہ عجیب اتفاق ہے کہ چند ماہ بعد لاہور میں ۱۹۶۳ء کے سالانہ اجتماع بیرون بھاٹی گیٹ کے دوران میں سید فرید اللہ شاہ صاحب لاہور کے ڈپٹی کمشنر تھے جبکہ جماعت کے اجتماع کو درہم برہم کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائد انقلاب نمبر
ستمبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵)

فرمائشی میلی چادر

(حسین خاں ایم اے)

طالب علمی کے زمانے کی یادوں میں وہ لمحات میں نہیں بھلا سکتا. جب مولانا مودودی کے ساتھ لاہور سے کراچی تک ٹرین میں میری ہمسفری کی وجہ سے جماعت والوں نے کسی اور آدمی کو نہیں بھیجا، اور مولانا کی ساری خدمت میرے ذمہ لگا دی۔ اس سفر میں مولانا کی نفاست پسندی کا اندازہ اس طرح ہوا کہ مولانا نے مجھ سے کہا: "کوئی میلی سی چادر ہو تو میری شیروانی پہ ڈال دو۔ کیونکہ ریت اور دھول سے اس کے میلے ہونے کا خدشہ ہے۔"

میں نے اپنے بستر سے ایک میلی چادر نکال کر مولانا کی شیروانی پر ڈال دی۔ مولانا نے فرمایا۔

"آپ نے تو واقعی فرمائشی میلی چادر نکالی ہے۔"

میں نے انتہائی شرمندہ ہو کر بالکل دھلی ہوئی صاف چادر نکالی اور مولانا کی شیروانی پر ڈال دی۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۹ء ص ۲۶)

حکومت کے بارِیش کارندے

(ارشد شامی)

۱۹۶۳ء میں مولانا کراچی تشریف لائے اور شہید ملت روڈ پر ایک مکان میں پریس کانفرنس بلائی جسب عادت چند اخبار نویسوں کو پریس کانفرنس میں پہنچنے میں تاخیر ہوئی۔ جماعت کے مقامی صدر چودھری غلام محمد مرحوم کے استفسار پر ایک اخبار نویس نے تاویل پیش کی کہ اس جگہ کو تلاش کرنے میں دیر ہوگئی۔ یہ سنتے ہی مولانا نے کھلتے ہوئے لہجے میں کہا:

"یہ بات قرین قیاس نہیں کیونکہ حکومت ان کے لئے اس سلسلے میں آسانیاں فراہم کر دیتی ہے اور جہاں میں ٹھہرتا ہوں وہاں اپنے کارندے متعین کر دیتی ہے اور ان کارندوں کو پہچاننا اس لئے مشکل نہیں ہوتا کہ وہ بارِیش ہوتے ہیں اور بہت ہی اطمینان کے ساتھ اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔"

مولانا کی باتیں سن کر محفل قہقہوں سے لالہ زار ہوگئی۔

(اعتراف عظمت مرتب عین الحسنین نون ص ۲۱۶-۲۱۷)

(بحوالہ روزنامہ جسارت کراچی ستمبر ۱۹۷۹ء)

چائے کا ایک کپ

کراچی کے ایک مخصوص اجتماع میں چائے سے پہلے مولانا نے اپنے سامنے رکھی ہوئی نازک اور خوبصورت سی پیالی کو اٹھایا اور الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد صاحبِ خانہ سے فرمایا۔

"جناب! اس سے کام نہیں چلے گا مجھے کوئی بڑا کپ دیجئے۔ میں صرف ایک ہی کپ چائے پیتا ہوں۔"

پھر ایک ہی لمحہ کے توقف کے بعد یہ جملہ کہہ کر حاضرین کو زعفران زار بنا دیا۔

"پہلے میں دو تین کپ پیتا تھا۔ مگر جب سے ایوب صاحب نے عائلی قوانین نافذ کئے ہیں۔ ایک ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔"[1]

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۹۲)

ابھی عمر ہی کیا ہے!

(سید معروف شاہ شیرازی ایڈووکیٹ)

مشرق وسطیٰ سے واپسی پر اور جاتے ہوئے مولانا اکثر پروفیسر عبدالغفور احمد کے مکان پر ٹھہرتے میں وہاں لازماً حاضر ہوتا۔ میرے چھوٹے چھوٹے چار بچے، حامد علی خاں صاحب کے تعمیر ملت اسکول میں پڑھتے تھے۔ سب اوپر تلے کے تھے۔ ایک دفعہ مولانا کی ملاقات کے لئے اسکول یونیفارم میں چلے گئے۔ مولانا نے سب سے ہاتھ ملایا اور شگفتہ لہجے میں پوچھا۔

"مسکین شاہ! بتلائیے اب تک خاندانی منصوبہ بندی کے منہ پر کتنے چپت رسید کر چکے ہیں؟"

جواب تھا: "آٹھ۔"

مولانا نے فرمایا:

"ابھی عمر ہی کیا ہے!"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور) اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ ص۱۶۱

---

[1] اشارہ تھا تعدد ازدواج کے خلاف پابندی کی طرف۔ مرتب۔

شیخ اور سیّد

(راوی: مولانا جان محمد بھٹو۔ تحریر: عبدالغنی فاروق)

ایک مرتبہ مولانا عرب ممالک کے دورے پر گئے۔ واپسی پر مرکزی شوریٰ میں خلیل احمد حامدی صاحب وہاں کے حالات بتا رہے تھے۔ جب بھی عرب کے حوالے سے مولانا کا نام آتا، حامدی صاحب، شیخ مودودی کہتے۔ ایک صاحب نے پوچھا: "کیا مولانا کو وہاں شیخ کہتے ہیں؟" مولانا نے فرمایا: "جی ہاں! مجھے شیخ کہتے ہیں اور نہرو کو سیّد۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۷)

بدعت

(راوی: محمد اسحاق قرنی۔ تحریر: عبدالغنی عثمان)

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ میں نے سید مودودی سے کہا: "مولانا! ہمارے ہاں لائل پور (فیصل آباد) میں ایک مولوی صاحب رہتے ہیں۔ وہ عینک لگانے کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ وہ خود ضعیف العمر ہیں اور ان کی نظر بھی نہایت کمزور ہے۔ لیکن عینک بالکل استعمال نہیں کرتے۔ مطالعہ کے وقت وہ اکڑوں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے کتاب پکڑ کر آنکھوں کے بالکل قریب لے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا چہرہ کتاب کے اوراق کے درمیان چھپ کے رہ جاتا ہے۔"

مولانا نے برجستہ فرمایا: "بھئی! اگر عینک لگانا بدعت ہے تو پھر اس طرح مطالعہ کرنا بھی بدعت ہی ہے۔"

سامعین بے اختیار ہنس دیئے۔

"برات"

(راوی: چودھری عبدالغنی گھمن۔ تحریر: سید ظفر حسین)

مولانا مودودی متانت و سنجیدگی کے علاوہ بڑے ہنس مکھ بھی ہیں۔ جب دوسرا یوپی میں اراکین شوریٰ رات کو گرفتار ہوئے اور پولیس انھیں ٹرکوں میں بٹھا رہی تھی تو اتفاقاً قریب سے مولانا چراغ دین گزرے تو مولانا نے پوچھا۔

"کیا آپ اس 'برات' میں نہیں جا رہے ہیں؟" (ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲)

لپ اسٹک

قید کا زمانہ تھا۔ایک روز صبح چائے پیتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے مولانا نصر اللہ خاں عزیز مرحوم کی پیالی کے کنارے پر سرخ دھاری دیکھی۔رگِ ظرافت پھڑک اٹھی، کہا:

"مولانا! آپ کی پیالی نے تو لپ اسٹک لگا رکھی ہے"!

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور جنوری ۱۹۸۲ء صہ ۱۳۴)

"باورچن" کی شوخیاں

(پروفیسر خورشید احمد)

ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب بڑی باغ و بہار طبیعت رکھتے ہیں۔جیل میں ان کے پاس ایک دیسی کوکر (COOKER) ہے جسے مولانا صاحب نے ملک صاحب کی "باورچن" کا نام دے رکھا ہے۔ ملک صاحب کے تعلقات مولانا سے بہت قریبی ہیں۔ایک حد تک دوستانہ ہیں اور بڑی لطیف چھیڑ چھاڑ بھی ہو جاتی ہے۔ ملک صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے۔لیکن ذرا صفائی ستھرائی کا خیال واجبی سا ہی رکھتے ہیں۔مولانا کی طبیعت اس کے بالکل برعکس ہے۔ان کے ذہن ہی میں افکار و خیالات مربوط منظم نہیں ہیں۔ان کی ہر چیز میں نظم اور سلیقہ ہوتا ہے۔ وہ ہر بات میں نفاست کا خیال رکھتے ہیں۔ ملک صاحب اپنی "باورچن" کو ہر وقت ساتھ رکھتے ہیں۔اور وہ "خدمت گار" خواہ کتنی ہی اچھی ہو لیکن گندگی پھیلانے میں کسی سے کم نہیں۔جہاں بیٹھے گی وہاں تھوڑی سی راکھ جھاڑ دے گی۔سیاہ دھبے پڑ جائیں گے۔ اس لئے فطری طور پر مولانا کو اس کے یہ "غمزے" ایک آنکھ نہیں بھاتے اور ملک صاحب اپنی باورچن کی شان میں کوئی گستاخی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اس کا دفاع اپنا فرض سمجھتے ہیں۔اور یہ کہنے سے بھی نہیں چوکتے کہ! "مولانا! آپ تو میری باورچن سے جلتے ہیں"
مولانا کب بخشنے والے ہیں۔ وہ فوراً کہتے ہیں: ملک صاحب! باورچن آپ ہی کو مبارک لیکن ذرا اسے سمجھائیے کہ اپنی شوخیاں آپ ہی تک محدود رکھے"

(تذکرۂ زنداں صہ ۲۰۹)

ایکسپرٹ آف آل مائٹ

(پروفیسر خورشید احمد)

شوکت تھانوی مرحوم کسی کو نہ چھوڑتے تھے۔ ماہرالقادری صاحب سے ان کی نوک جھونک خوب چلتی تھی۔ لیکن ماہر صاحب نے بھی ان کے نام پر وہ ہاتھ صاف کیا کہ رہ گئے وہ بھی ہاں ہاں کرتے، کہا تم تو ہو۔

مولانا مودودی صاحب کو میں نے جب یہ ترجمہ سنایا تو ہنسے اور برجستہ فرمایا: "واہ واہ ماہر صاحب تو بالکل ہی (ماہرالقادری) نکلے!"

(تذکرۂ زنداں صـ۱۶۷)

پُوں پُوں

(راوی: چودھری نذیر احمد خاں ایم اے تحریر عبدالغنی فاروق)

مارچ ۱۹۶۴ء کی کوئی تاریخ تھی۔ بیرک کے صحن میں ایک تنگ سی روش تھی جس پر مولانا تین چار ساتھیوں کے ہمراہ ٹہل رہے تھے۔ وہ سب لوگ پہلو بہ پہلو یوں چل رہے تھے کہ روش کی مختصر سی چوڑائی پر قابض تھے۔ میں اتفاق سے سامنے آگیا، تو مولانا نے منہ سے "پُوں پُوں" کی آواز نکالی گویا ہارن دے کر راستہ مانگ رہے ہوں۔ سب لوگ مولانا کی اس ادا پر بہت ہنسے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صـ۲۰۰)

لپیٹو

(راوی: بارک اللہ خاں تحریر فضل عظیم)

ایک روز ہلکی پھلکی باتیں ہو رہی تھیں۔ مولانا نے ایک لطیفہ سنایا۔ فرمانے لگے۔

"حیدرآباد کے دیہاتیوں کی زبان عجیب ہوتی ہے۔ ایک دفعہ کوئی دیہاتی دتی میں کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ مجسٹریٹ نے دیہاتی سے پوچھا:

"یہ لڑکا تمہارا کیا لگتا ہے؟"

دیہاتی نے جواب دیا: "یہ میرا لپیٹو لگتا ہے۔"

مجسٹریٹ نے دریافت کیا: "یہ لپیٹو کیا ہوتا ہے؟"

دیہاتی بولا: "جناب! جناب کا جو مر جائے باپ اور جناب کی ماں ہو جائے رانڈ اور وہ کرلے

مجھے اور تم جو اس کے ساتھ آؤ تو تم میرے لپیٹو گے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۴)

دُدّھ اور کُوتا

(چودھری غلام جیلانی)

۱۹۶۴ء کی نظر بندی میں بعد عصر کی چائے کا دور چل رہا تھا۔ میں اور طالب علم لیڈر (اب وکیل) بارک اللہ خاں منتظمینِ طعام تھے۔ دودھ کم پڑ گیا تو بارک اللہ خاں نے مشقتی کو پکارا اور پنجابی میں کہا: "دُدّھ (دودھ) لیا" (یعنی دودھ لانا)

مولانا نے فرمایا: "بھئی! دُدّھ کیا ہے؟ دودھ کیوں نہیں کہتے"

بارک اللہ خاں نے کہا! "مولانا! واؤ سے کیا ہو جاتا ہے؟"

مولانا نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا: "لفظ لطیف ہو جاتا ہے"

اس پر ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب بے ساختہ بول اُٹھے:

"تو مولانا! پھر کتّا کیوں کہا جاتا ہے، کُوتا کہنا چاہیے۔

مولانا سمیت مجلس کا جو حال ہوا وہ اب تک یاد ہے۔ مولانا کی ہنسی ہنسی تھمتی تھی۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲ جولائی ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۲)

دودھ شریک بھائی

(شیخ صادق حسین)

لاہور جیل میں ایک مرتبہ دودھ کے ایک ڈبے کو دیکھ کر جس پر کسی عورت کی تصویر بنی ہوئی تھی ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب نے مولانا پہ جملہ چست کیا: "مولانا! آپ ان کا دودھ پیتے ہیں؟" میں چائے میں دودھ ملاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ دیکھیں مولانا کیا جواب دیتے ہیں۔ مولانا نے برجستہ فرمایا: "اللہ کا شکر ہے، ملک صاحب آپ دودھ شریک بھائی تو ہوئے!"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۹)

اور فسطائی حکومت قائم کردو!

(راوی: بارک اللہ خاں تحریر: فضل عظیم)

ایک مرتبہ میں نے ایک لطیفہ سنایا۔ جس پر سب لوگ بہت لطف اندوز ہوئے کیونکہ مجلس شوریٰ پہ

صادق آتا تھا۔ ایوب حکومت نے سکھوں کی مانند جماعت اسلامی پر بے سرو پا الزامات عائد کئے تھے۔ لطیفہ یوں تھا۔

ایک دفعہ سکھوں نے کہا، بھئی حکومت ہماری ہے اور ہمارے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم دیر سے سوچتے ہیں۔ ہندو پہلے سوچتا ہے اور مسلمان وقت پر۔ کیوں نہ اب جبکہ ہماری حکومت بن چکی ہے ہم بھی وقت پر سوچا کریں۔ اس کے بعد سکھوں نے سوچا، گوردوارے کے قریب جو زمین خالی پڑی ہے۔ اس پر کیوں نہ کچھ کاشت کریں۔ چنانچہ ایک بولا:

"کرتار سنگھ! بتاؤ یہاں کیا کاشت کریں؟"

جواب ملا: "گنا"

اس پر تیسرا سکھ کہنے لگا: "بھئی! گنا تو ہم یہاں کاشت کردیں گے لیکن یہاں قریب عیسائیوں اور بھنگیوں کے چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں۔ جھونپڑیاں ہیں۔ ان کی عورتیں اور چھوٹے بچے ہمارے کھیت کو ویران کر دیں گے"

اب سب سوچنے لگے تو پھر کیا کیا جائے۔ ایک نے کہا "کیوں نہ ہم اس کا علاج کرلیں"

چنانچہ "علاج" کا متفقہ فیصلہ ہوا۔ انھوں نے صبح سویرے اٹھ کر ان بستیوں کے مکینوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ لوگوں نے پوچھا: "سردار جی! ہمیں کیوں مار رہے ہو؟"

سردار جی بولے: "ہور چوپو گنے، ہور چوپو گنے"

اس پر ساری شوریٰ کے لوگ ہنسنے لگے اور جب مولانا نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت ہنس رہے ہیں تو پوچھا: "بھئی! کیا بات ہوئی؟"

انھوں نے کہا: "مولانا! بارک اللہ نے ایک لطیفہ سنایا ہے۔ اس پر ہم ہنس رہے ہیں"

مولانا نے فرمائش کی! "بھئی! مجھے بھی سناؤ"

چنانچہ میں نے دوبارہ مولانا کو وہ لطیفہ سنایا اور آخر میں جب میں نے کہا کہ "ہور چوپو" تو مولانا نے پوچھا: "یہ ہور چوپو کیا ہوا؟"

تو ہم نے کہا: "اس کا مطلب ہے کہ اور گنے چوسو"

تو مولانا بھی بہت محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے"

"ہمارے متعلق کہا جاسکتا ہے اور فسطائی حکومت قائم کرو۔ اور قائم کرو"
جماعت اسلامی پر الزام عائد ہوا تھا کہ یہ لوگ حکومت پر جبراً قبضہ کر کے فسطائی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صـ۱۲۴)

جوتے نہیں بجپکانے

(راوی: بارک اللہ خاں تحریر فضل عظیم)

ایک دن مولانا نے لطیفہ سنایا کہ: "ایک آدمی کو کسی محفل میں جوتے پڑے۔ کسی نے کہا:
"بھئی! سنا ہے تمہیں فلاں محفل میں جوتے پڑے"
اس نے کہا: "بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ جوتے نہیں تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچکانے تھے۔ وہ پڑے ہیں"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صـ۱۳۲)

اگر ملک امیر محمد خاں کو پتہ چل گیا تو۔۔۔

(راوی: بارک اللہ خاں، تحریر فضل عظیم)

جیل میں میری یہ عادت تھی کہ میں صبح سویرے اٹھ کر تیل کی مالش کرتا۔ ڈنٹر پیلتا اور بیٹھکیں لگاتا۔ مولانا اس احاطے کی سیر کرتے۔ صبح سویرے اٹھ کر سیر کرنا ان کی عادت تھی۔ میں دور ایک گوشہ میں جا کر ورزش کرتا اور مولانا جب سیر کے دوران ادھر تشریف لاتے تو مجھے دیکھ کر کہتے: "بھئی اگر ملک امیر محمد خان کو پتہ چل گیا کہ تم یہاں ایسی ورزش کرتے ہو تو وہ تمہاری نظر بندی میں مزید توسیع کر دے گا"
یہ بات مولانا روز دہراتے اور مسکراتے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صـ۱۲۵)

مہمانوں کو لے ڈوبے

(راوی: مولانا خان محمد ربانی تحریر عبدالغنی فاروق)

۱۹۶۴ء میں لاہور جیل میں مولانا کے کمرے میں مشاعرہ ہوا۔ مولانا کی صدارت میں مختلف

احباب غزلیں، نظمیں سنا رہے تھے۔ جیکب آباد کے احمد نور صاحب نے ایک شعر پڑھا۔ جس کا ایک مصرع یوں تھا ؎

یہ صاحبِ خانہ اپنے ساتھ مہمانوں کو لے ڈوبے

یہ سنتے ہی مولانا نے سر اٹھایا اور ہنس کر فرمایا "اوہ" اور ساری محفل قہقہوں میں ڈوب گئی۔ اشارہ اس صورتِ حال کی جانب تھا کہ مرکزی شوریٰ کے سب لوگ اس وقت ۵۔ اے ذیلدار پارک میں مقیم تھے جب ان کی گرفتاری عمل میں آئی۔

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۸۰ء صٓ)

کھلاتا بھی ہوں

(پروفیسر خورشید احمد)

پروفیسر خورشید احمد صاحب مذکورہ بالا محفلِ مشاعرہ میں موجود تھے۔ وہ ایامِ اسیری کی واردات و تاثرات پر مشتمل اپنی گرانقدر تالیف "تذکرۂ زنداں" کے صفحہ نمبر ۲۹ پر اس دلچسپ واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ مرتب

جیل میں۔۔ مولانا کے پاس جب بھی پھل یا مٹھائی آتی اور وہ ہم میں تقسیم کرتے تو ضرور کہتے کہ:

"دیکھیے جناب! ڈبوتا ہوں تو کھلاتا بھی ہوں!"

سر تو ہمیشہ میں نے اونچا ہی رکھا ہے!

(مولانا نعیم صدیقی)

۱۹۶۴ء کے دورِ اسارت میں مولانا نعیم صدیقی صاحب کو لاہور جیل سے ساہیوال جیل منتقل کر دیا گیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد دوبارہ انھیں لاہور جیل بھیج دیا گیا۔ لاہور جیل میں واپسی کا ذکر کرتے ہوئے نعیم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مرتب

میں رات کے وقت احاطے میں داخل ہوا تو سامنے مولانا کی چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ میری نظر چارپائی کے سرہانے والے حصے کی طرف پڑی۔ پایوں کے نیچے ایک ایک اینٹ رکھی تھی۔ میں نے کہا:

مولانا! اس سے سر زیادہ اونچا نہیں ہو جاتا؟"

مسکرا کر کہنے لگے: "سر تو ہمیشہ میں نے اونچا ہی رکھا ہے"
یہ لطیف جملہ خوب لطف دے گیا۔

(روزنامہ جسارت کراچی ۲۵ ستمبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۲)

استقاط

(پروفیسر سید محمد سلیم)

مولانا کوئی عبوسًا قمطریرا قسم کے مولوی نہیں تھے۔ بڑی باغ و بہار طبیعت رکھتے تھے۔ ۱۹۶۴ء میں ایوب خاں نے ساری مجلس شوریٰ کو گرفتار کر لیا تھا۔ عدالت نے اپنے فیصلے سے ان کو رہا کرایا۔ رہائی کے بعد ایک دن کوٹھی کے باہر چمن میں مولانا بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے دریافت کیا: "مولانا! کتنے عرصہ قید میں رہے؟"
مولانا نے برجستہ جواب دیا: "استقاط ہو گیا، آٹھ ماہ میں رہائی مل گئی ہے"

(روزنامہ جسارت کراچی ۲۵ ستمبر ۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۷)

گانٹھ کا پکا

(راوی: مولانا محمد علی کاندھلوی۔ تحریر: فاروق سلیمی)

چونکہ مولانا اشفاق الرحمٰن میرے ماموں اور مولانا مودودی کے استاد تھے۔ اس لئے وہ میرا بہت لحاظ اور احترام کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایوب خاں کے زمانے میں جب وہ جیل سے رہا ہوئے تو میں ان سے ملنے گیا۔ جیل کی مصروفیات کا حال پوچھا تو فرمایا: "نیل الاوطار کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے"
"پھر تو آپ ظاہری ہو گئے ہوں گے" میں نے ازراہ تفنن کہا۔
فرمایا: "نہیں، میں گانٹھ کا پکا ہوں"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۰۸)

وقتِ ما خوش کردی

(فضل من اللہ)

ایک بار میں صبح کے وقت حاضر تھا۔ مولانا اخبارات کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ آج کے "آفاق" میں "مشیر کراچی" سے وہ مضمون نقل ہوا تھا۔ جسے مسعود کھدر پوش نے لکھا تھا اور جس کا ترجمہ اس

خاکسار نے اردو میں کیا تھا۔ اس کا عنوان تھا۔ "جب پاکستان برطانیہ پر حکومت کرے گا" حضرت نے اس کا مطالعہ کیا تھا اور اس درجہ خوش ہوئے کہ فرمایا:

"اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی!"

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر اپریل مئی ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۹۲)

پڑھی لکھی بیوی کی خرابی

(نسیم آراء)

ایک دن پتہ نہیں کیا بات ہوئی۔ مولانا، آپا جان سے کہنے لگے۔

"تم عورتیں وہ ہو کہ تم نے ہمیں جنت سے نکالا!"

آپا جان نے جواب دیا: "میاں! آپ مردوں کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی غلط بیانی کرتے خوف نہیں آتا۔ بتائیے قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ شجرِ ممنوعہ پہلے حضرت حوّا نے کھایا تھا اور پھر ان کے کہنے سے حضرت آدم علیہ السلام نے کھایا۔ قرآن میں تو تثنیہ کا صیغہ ہے کہ "اَضَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ" (شیطان نے ان دونوں کو گمراہ کر دیا)

آپا جان کی یہ بات سن کر مولانا ہنس پڑے اور کہنے لگے: "پڑھی لکھی بیویوں کی یہی تو خرابی ہے کہ بحث مباحثہ کرنے لگتی ہیں۔ حالانکہ بیوی کا کام یہی ہونا چاہیئے کہ جو کچھ کہا جائے کہے کہ ہاں درست ہے۔"

(ماہنامہ بتول لاہور سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱۱۳)

لکھنؤ اور لاہور

(اخلاق حسین)

مولانا مرحوم کی نشست عام طور پر بڑی شگفتہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسی ہی نشست میں لکھنؤ اور لاہور کے فرق پر گفتگو چل نکلی۔ پنجابی حضرات پنجابی زبان کی خوبیاں اور اس کی وسعت بیان کر رہے تھے اور اردو داں حضرات اردو کی نزاکتیں بیان کر رہے تھے۔ مولانا فرمانے لگے۔

"لکھنؤ اور لاہور کا فرق اس معمولی سی مثال سے سمجھیئے۔ لکھنؤ میں کوئی شخص اگر ککڑیاں بیچے گا تو پتلی سے پتلی اور چھوٹی سے چھوٹی ککڑیاں لے کر آئے گا۔ اور آواز لگائے گا: 'لیلیٰ کی انگلیاں ہیں، مجنوں کی پسلیاں ہیں، یہ نرم و نازک ککڑیاں'۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص لاہور میں

ککڑیاں بیچتا ہے تو وہ بڑی سے بڑی اور موٹی سے موٹی ککڑی اپنے خوانچہ میں لگائے گا اور آواز لگائے گا: بیڑیاں دے ونجھ نیں، بیڑیاں دے ونجھ نیں۔"

(پنجابی میں بیڑیاں کشتی کو اور ونجھ اس بانس کو کہتے ہیں، جس سے کشتی کھیتے ہیں۔ یعنی کشتی کے بانس ہیں۔)

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صـ۶۹)

دوسری نظر

(راوی: خورشید احمد خاں کاکڑ بتحریر عبدالغنی فاروق)

ایک صاحب کشمیر سے آئے تھے۔ اور مولانا کو وہاں تشریف لانے کی دعوت دے رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا مولانا وہاں کا پہلے بھی دورہ کر چکے ہیں۔ ان صاحب نے اصرار کرتے ہوئے کہا: "مولانا! جی چاہتا ہے آپ ایک دفعہ دوسری نظر بھی دیکھ لیں۔"

"میرے بھائی! اسلام میں دوسری نظر سے دیکھنا منع ہے۔" مولانا نے جواب میں فرمایا: اور سب لوگ کھکھلا کر ہنس پڑے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صـ۳۰۵)

غلط فہمی

(ارشد شامی)

۱۹۶۵ء کے انتخابات سے کچھ قبل مشرقی پاکستان کے گورنر عبدالمنعم خاں مرحوم نے ایک اخباری بیان جاری کیا جس میں پاکستان کے صدر ایوب خاں کی تعریف کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا۔ کہ صدر ایوب کے دورِ حکومت سے خلفائے راشدین کی یاد تازہ ہوگئی ہے۔ میں نے مولانا کی توجہ عبدالمنعم خاں کے اس بیان کی جانب مبذول کراتے ہوئے ان سے اس بیان پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا۔ مولانا نے حسبِ عادت مسکراتے ہوئے کہا: معلوم ہوا کہ جناب منعم خان کو خلفائے راشدین کے بارے میں کائی غلط فہمی ہے۔"

میں نے دیکھا اس وقت مولانا کی آنکھوں میں بلا کی شوخی تھی۔

(اعتراف عظمت مرتب معین الحسن نون صـ۲۱۲ بحوالہ روزنامہ جسارت کراچی ستمبر ۱۹۷۹ء)

ہدایت نہیں، ضلالت

(روایت: خادم حسین انصاری)

جنوری ۱۹۶۵ء میں سید مودودی انتخابی مہم پر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ وہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ ہو چکی تھی۔ ڈی سی نے پہلے تو جلسہ عام کی اجازت دے دی تھی، بعد میں اسے منسوخ کر دیا بمشکل تمام نواب زاہد علی خاں صاحب کے احاطے میں بغیر لاؤڈ سپیکر محدود اجتماع کرنے کی اجازت ملی۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد مولانا کمرے میں نماز ادا کرنے چلے گئے۔ وہیں رفقاء کی محفل جم گئی۔ میاں شوکت صاحب نے سارا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہا: "مولانا دراصل ڈپٹی کمشنر صاحب کو راتوں رات اوپر سے ہدایت مل گئی تھی۔"

مولانا محترم جواب تک صوفے سے کمر لگائے بیٹھے تھے۔ اور ساری باتیں توجہ سے سن رہے تھے۔ ان کی رگِ ظرافت پھڑکی۔ وہ سیدھے بیٹھتے ہوئے بولے: "شوکت صاحب! تعجب ہے آپ اس صریح ضلالت کو 'ہدایت' کہہ رہے ہیں۔"

حاضرین بے اختیار ہنس دیے۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائدِ انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء ص ۱۲۶)

الیکشن ایجنٹ

(روایت: خادم حسین انصاری)

ایک نشست میں جناب فیض محمد صندل صاحب نے مولانا محترم سے کہا: "سنا ہے ایوب خاں نے وزیر قانون خورشید احمد کو اپنا الیکشن ایجنٹ بنایا ہے۔"

مولانا نے برجستہ کہا: "شکر کیجیے، کمانڈر انچیف جنرل موسیٰ کو ایجنٹ نہیں بنایا۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائدِ انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء ص ۱۲۸)

پھر آ گئے ہو.....

(راوی: بارک اللہ خاں۔ تحریر: فضل عظیم)

۱۹۶۴ء میں میں لاہور سے ملتان جیل چلا گیا۔ ملتان جیل سے مجھے گاؤں منتقل کر کے نظر بند رکھا گیا۔ میں ایک سال تک گاؤں میں نظر بند رہنے کے بعد جب رہا ہوا تو مولانا سے

ملنے پہنچا۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "پھر آ گئے ہو، ہمیں پھنسانے کے لیے؟"

یاد رہے کہ بارک اللہ خاں ۱۹۶۴ء میں لاہور جیل میں مولانا کے ساتھ ہی تھے۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ مرتب

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۶)

جگہ نہیں ہے!

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

ایک موقع پر خاندانی منصوبہ بندی کا ذکر ہو رہا تھا۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

"خاندانی منصوبہ بندی کے حامی افراد کی مثال ریل کے تیسرے درجے کے ان مسافروں کی سی ہے۔ جو خود تو ریل کے ڈبے میں سوار ہو جاتے ہیں۔ لیکن نئے لوگوں کو نہیں آنے دیتے اور کھڑکیاں بند کر کے دروازے میں کھڑے ہو کر آنے والوں سے کہتے ہیں کہ جگہ بالکل نہیں ہے۔"

(۵۔ اے ذیلدار پارک حصہ دوم صفحہ ۱۸)

فوج اور سیاست

(ابوالوفا حجازی)

ایک ملاقات کے دوران ایوب خاں نے مولانا سے ازراہ مذاق کہا:

"مولانا! میں نہیں سمجھ سکا کہ مذہب اور سیاست کا آپس میں کیا تعلق ہے؟"

مولانا نے جواب دیا: "مذہب اور سیاست کا تعلق تو پھر بھی سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن فوج اور سیاست کا تعلق سمجھ میں آنے والا بالکل ہی نہیں۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱)

یہ جمیلہ تو نہیں!

(مولانا عبدالرشید ارشد)

سید گرامی ایک دفعہ صوبہ سرحد کے دورے پر گئے ہوئے تھے۔ جن صاحب کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ انھوں نے کسی کام کے لئے اپنے بیٹے جمیل کو اپنے روایتی انداز میں آواز دی: "او جمیلا!"

جب جمیل صاحب اندر داخل ہوئے تو مولانا کی رگِ ظرافت پھڑکی، مسکراتے ہوئے فرمایا:
"خان صاحب ہے، جمیلہ تو نہیں"

دہی بڑوں کے بچے

(نگار سلطانہ)

ایک دفعہ مولانا مودودی صاحب ہمارے ہاں رات کے کھانے پر مدعو تھے۔ دسترخوان پر جہاں اور بہت سی ڈشیں تھیں، وہیں ایک ڈش "دہی پھلکیوں" کی بھی تھی۔ مولانا سمجھے کہ یہ دہی بڑے ہیں۔ انھوں نے جب انھیں اپنی پلیٹ میں نکالا تو دہی بڑوں کے بجائے ایک اور ہی چیز سے سابقہ پڑا، مسکرا کر برجستہ کہا: "میں تو سمجھا تھا یہ دہی بڑے ہیں مگر یہ تو ان کے بچے نکلے"

(ماہنامہ بتول لاہور سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۴)

مرد، عورت اور ایشور

(عبدالغنی فاروق)

مولانا کے کراچی کے قیام کے دوران کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے جناب رجب علی نے بتایا کہ مولانا دوپہر کے کھانے پر عموماً کوئی نہ کوئی لطیفہ سنایا کرتے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ: ہندوؤں کی روایات کے مطابق جب ایشور نے فیصلہ کیا کہ وہ دنیا بنائے گا تو دنیا کی تخلیق کے بعد ایک انسان بنا کر اس میں بھیج دیا۔ اب اتنی بڑی دنیا میں وہ تنہا مارا مارا پھرتا تھا۔ اس پر ایشور کو دیا آئی۔ اس نے ایک عورت بنا کر اس کے راستے میں بٹھا دی۔ جب انسان ادھر سے گزرا تو اس نے یہ نئی چیز دیکھی، اس کے چاروں طرف پھرا، اس کا جائزہ لیا اور پھر بھاگا بھاگا ایشور کے پاس گیا اور کہا: "اے ایشور! وہ چیز مجھے دے دے"

ایشور نے کہا: "اچھا لے جا"

وہ لے گیا، مگر دو چار دن کے اندر واپس آگیا اور کہنے لگا۔

"اے ایشور! میری اس سے نہیں بنتی۔ اس کو واپس لے لے"

"ایشور نے کہا: "اچھا چھوڑ جا"

اسی طرح وہ آدمی بار بار عورت کو لے جاتا اور واپس کرتا رہا۔ بالآخر ایک دفعہ جب وہ لینے گیا تو ایشور نے برہم ہو کر کہا: "یہ روز روز کا جھگڑا نہیں چلے گا۔ ایک فیصلہ کر لے یا لے جا یا چھوڑ جا!"
اس نے کہا: "اچھا یہ بات ہے تو ایشور پھر دے ہی دے!"

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۳ ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۵)

تم اپنے غصے میں مر جاؤ!

(راوی: پروفیسر غلام اعظم تحریر سید نظر زیدی)

مشرقی پاکستان کے ایک نام نہاد مولوی صاحب حضرت مولانا کے بارے میں ہمیشہ نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ ہم لوگوں نے مولانا کو اس گستاخی سے آگاہ کیا اور مناسب کارروائی کرنے کی اجازت چاہی تو ہمارے جواب میں مسکرا کر فرمایا: "قُل مُوتوا بغیظکم"
کہہ دو! تم اپنے غصے میں مر جاؤ۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۴)

مرغیوں کے چمڑے کا کاروبار

(راوی: مولانا محمد عبدالسبحان تحریر سید نظر زیدی)

حضرت مولانا سید پور (مشرقی پاکستان) تشریف لے گئے تو ملاقات کے لئے آنے والے حضرات میں سے ایک صاحب سے پوچھا:
"آپ کے مشاغل کیا ہیں؟"
ان صاحب نے جواب دیا:
"حضرت! میں چمڑے کا کاروبار کرتا ہوں"
یہ سن کر مولانا نے ارشاد فرمایا:
"کیا آپ مرغیوں کے چمڑے کا کاروبار کرتے ہیں؟"
مولانا کا یہ ارشاد سن کر وہ شخص حیران ہوا تو فرمایا: "بھائی! ہمیں تو یہی اندازہ ہوا کہ یہاں مرغیوں کے چمڑے کا کاروبار ہی ہوتا ہوگا کیونکہ چاٹگام سے سید پور تک جس جگہ بھی ٹھہرے، مرغی کا گوشت ہی کھلایا گیا"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۴)

حبیب اللہ

(ابوالوفا حجازی)

۱۹۶۶ء میں مولانا نے مجیب الرحمٰن کے چھ نکات کے توڑ کے لئے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا۔ واپسی پر آپ کا طیارہ لاہور کے ہوائی اڈے پر اترا تو اسی جہاز سے چودھری حبیب اللہ ایجنٹ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ بھی آرہے تھے۔ ان سے چودھری رحمت الٰہی نے پوچھا:

"حبیب اللہ صاحب! آپ بھی اسی طیارے میں مشرقی پاکستان سے آئے ہیں؟"

مولانا نے سنا تو فرمایا: "ہاں کوئی نہ کوئی حبیب اللہ میرے پیچھے لگا ہی رہتا ہے۔"

اشارہ خان حبیب اللہ وزیر داخلہ کی طرف تھا۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صلا)

شوہر مملکت

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

بھارتی ریڈیو کی اصطلاحات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک صاحب نے کہا: "وہ بعض انگریزی اور اردو الفاظ کے عجیب و غریب ترجمے کرتا ہے۔ مثلاً INFILTRATERS کا ترجمہ اس نے "گھس بیٹھیے"[۱] کیا ہے۔"

مولانا نے کہا: "ان کی سب سے دلچسپ اصطلاح راشٹرپتی ہے یعنی شوہر مملکت۔"

(۵۔ اے ذیلدار پارک حصہ دوم صفحہ نمبر ۹۱)

تمباکو نوش سانپ

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

حضرو (ضلع اٹک) سے ایک رفیق آئے ہوئے تھے۔ ان کے علاقے کا ذکر ہو رہا تھا۔ مولانا نے پوچھا: "آپ کے علاقے میں تمباکو بہت پیدا ہوتا ہے؟"

---

[۱] اصل لفظ "گھس پیٹھیے" ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے آسی ضیائی صاحب کا مضمون "اصلاح زبان" مطبوعہ: اردو ڈائجسٹ لاہور جولائی ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۵۶ مرتب۔

"جی ہاں! ہمارے علاقے میں کافی تمباکو ہوتا ہے۔"
مولانا نے فرمایا: "سنا ہے کہ تمباکو کے کھیت میں سانپ نہیں گھستا۔"
وہ بولے! "جی نہیں! تمباکو کے کھیت میں بھی سانپ ملتے ہیں اور ایسے واقعات بھی ہوتے رہتے ہیں کہ تمباکو کے کھیت میں گھسے ہوئے کسی سانپ نے کسان کو ڈس لیا۔ بلکہ تمباکو کاٹ کر گڈیاں بنا کر جو ڈھیر لگائے جاتے ہیں۔ سانپ تو بعض اوقات ان میں بھی گھس بیٹھے ہیں۔"
"تو وہ تمباکو نوش سانپ ہوتے ہوں گے۔" مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔
(۵۰۱ اے ذیلدار پارک حصہ دوم ص۱۱۶)

"بھلا آدمی"

پروفیسر رفیع الدین ہاشمی

ایک صاحب نے کہا: "مولانا! آپ نے نئے بجٹ پر جو بیان دیا ہے اس کے اس حصے کو تو کاٹ دیا گیا ہے جس میں تنقید کی گئی ہے مگر اس حصے کو نیوز ایجنسیوں کے ذریعے خوب پھیلایا گیا ہے جس میں کچھ چیزوں کو قابل اطمینان کہا گیا ہے۔"
مولانا نے فرمایا: "ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر آپ انہی خبروں کے معاملے میں ان سے کہیں گے کہ 'بھلے آدمی! یہ پست حرکات مت کرو'۔ تو وہ آپ کے جملے کے دوسرے حصے کو تو کاٹ دیں گے اور پہلے حصے کو لے کر لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ دیکھو یہ بھی مجھے بھلا آدمی تسلیم کرتے ہیں۔"

(۵۰۱ اے ذیلدار پارک حصہ دوم ص۱۶۷)

مرچ اور وٹامن سی

راوی: حافظ محمد ادریس، تحریر: فضل عظیم

ایک مرتبہ مولانا محترم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے، کھانا کھا رہے تھے کہ مولانا نے فرمایا
"مرچ میں وٹامن سی بہت ہوتے ہیں۔"
وہاں کچھ ڈاکٹر بھی بیٹھے تھے۔ انھوں نے کہا:

"نہیں مولانا! مرچ میں تو وٹامن سی سرے سے ہوتے ہی نہیں"
فرمایا: "یہ مرچ سامنے پڑی ہے۔ اس کو کوئی شخص کھا کر دیکھ لے۔ اگر اس نے اس کا اعتراف نہ کر لیا اور سی سی نہ کرتا رہا تو پھر میں آپ کا دعویٰ تسلیم کر لوں گا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور فروری ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲)

یہ کیا بدتمیزی ہے!

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

مسجد میں جوتوں کی چوری کے ضمن میں مولانا نے ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔
"جوتوں کی چوری بھی بڑے بڑے کمالات میں سے ہے۔ ایک صاحب نے اپنے جوتوں کی حفاظت کے خاص اہتمام سے جوتوں کو اپنے سامنے رکھ دیا اور نماز پڑھنے لگے۔ اب ایک صاحب آئے اور ان کے سامنے رکھے ہوئے جوتے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہنے لگے۔
'یہ کیا بدتمیزی ہے عجیب لوگ ہیں یہ بھی۔ عین سجدے کی جگہ جوتا رکھ دیا ہے۔'
یہ کہتے ہوئے جوتا وہاں سے اٹھالیا۔ جوتوں والے صاحب یہ سمجھتے ہوئے بے فکر رہے کہ انھوں نے جوتا سامنے سے اٹھا کر پیچھے رکھ دیا ہوگا۔ لیکن نماز سے فارغ ہو کر جب انھوں نے اِدھر اُدھر اپنا جوتا دیکھا تو نہ وہاں جوتا تھا اور نہ وہ صاحب۔"

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۹۴)

ترقی

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

(دورِ ایوب کے متعلق) ایک صاحب کا سوال تھا: "مولانا! بیرون ملک سے جب کوئی اہم شخصیت پاکستان آتی ہے تو اس کے سامنے (لڑکیوں) کا رقص کیوں پیش کیا جاتا ہے؟"
مولانا نے فرمایا:
"اس کے بغیر آخر کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ ملک ترقی کر رہا ہے۔"

(۵۔اے ذیلدار پارک
حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۹۴)

فضلے پر فاضلانہ بحث

(ڈاکٹر محمود فیضانی)

۵۔ اے ذیلدار پارک لاہور کے لان میں کرسیاں بچھی تھیں۔ اس سادہ سی محفل کے اراکین باتوں میں مصروف تھے۔ بات سے بات نکلتی رہی، یہاں تک کہ لاہور کارپوریشن پر تنقید ہونے لگی۔ شکایتیں متعدد اور متنوع تھیں۔ لیکن ایک بات پر سب ہم خیال تھے کہ لاہور جیسے خوبصورت شہر کی صفائی کا انتظام بے حد ناقص ہے۔ لوگ اپنے اپنے مشاہدات بیان کر رہے تھے کہ ایک انجینئر صاحب نے اس مشکل کا حل بیان کرتے کرتے سینٹری انجینئرنگ پر اچھا خاصا لیکچر دے ڈالا۔ حاضرین "بور" ہونے لگے تو ایک باوقار بزرگ نے مسکرا کر فرمایا: "دیکھیے حضرات! فضلے پر کیسی فاضلانہ بحث ہو رہی ہے!"

سب حاضرین ہنسنے لگے اور انجینئر صاحب نے بات ختم کر دی، یہ بزرگ تھے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور، ۷ر اگست ۱۹۸۰ء ص ۱۳ بحوالہ ماہنامہ اذان، برمنگھم)

گھاس پات

(مجیب بٹ)

مولانا ساتھیوں کی حاضر جوابی اور بذلہ سنجی سے محظوظ ہوتے اور تحسین فرماتے تھے۔ ایک روز پالک اور ساگ کا ذکر آیا تو فرمایا "آپ لوگ بھی کیا گھاس پات کھاتے ہیں"۔

شیخ فقیر حسین صاحب نے برجستہ جواب دیا۔

"مولانا! ہم تو پکا کر کھاتے ہیں، لیکن آپ تو کچا ہی چبا جاتے ہیں"۔

یہ اشارہ مولانا کی پان خوری کی جانب تھا۔ مولانا نے مسکرا کر اس کی تائید فرمائی اور داد دی۔

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۴ر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۷)

مؤنث مذکر

مولانا مودودی ۱۲ر جنوری ۱۹۶۷ء کے اپنے ایک خط میں لفظ "زنا" کی تذکیر و تانیث پر بحث

کرتے ہوئے مولانا ماہرالقادری کو لکھتے ہیں۔ مرتب۔

"زنا کے متعلق آپ کو مطمئن کرنے کے لئے اب میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ اس لفظ کا استعمال کرتے ہوئے جملے کی ترکیب ایسی رکھوں کہ یہ حرکت نہ مونث رہے نہ مذکر۔ جو کام مونث و مذکر مل کر کریں اس کا یہی حشر ہونا چاہیئے۔

(مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی جلد اول مرتبہ عاصم نعمانی ص ۱۹۳)

طوفانی ہوا

(راوی: محمد یوسف۔ تحریر: عبدالغنی فاروق)

ایوب خاں کے دور میں عید کے چاند کا قضیہ اٹھا تو سرکاری ترجمان نے بے بنیاد تاویلیں کیں۔ کہا گیا کہ پنجاب میں اس وقت ایسی ہوائیں چل رہی تھیں جس سے فضاء پر غبار چھا گیا۔ اور چاند دکھائی نہ دیا جبکہ صوبہ سرحد اس قسم کے حادثے سے محفوظ رہا۔ مولانا نے یہ سنا تو فرمایا:

"جی ہاں! یہ ایسی عجیب طوفانی ہوا تھی، اٹک کا پل پار ہی نہ کر سکی۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور۔ مارچ ۱۹۸۰ء ص ۲۰۹)

یہ مولوی ضرور ولی ہے کوئی

(راوی: حیدر فاروق مودودی تحریر: منیر احمد منیر)

ابا جان ایک دفعہ پولیس والوں کا بڑا دلچسپ لطیفہ سنانے لگے۔ آخری جیل تھی، چاند والے مسئلہ پر جب ایوب خاں نے انھیں گرفتار کیا۔ ابا جان کہتے تھے۔ "یہ مجھے پتہ تھا کہ لاہور سے باہر لے جا رہے ہیں۔ وین تو بند تھی اور میں پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ ساتھ پولیس تھی۔ رات بھر چلتے رہے بارش ہو رہی تھی۔ ایک جگہ انھوں نے وین سڑک کے کنارے کھڑی کی اور کہا: 'مولوی صاحب چائے پیو گے۔ میں نے کہا:

نہیں، میں نہیں پیوں گا۔'

میں نے پھر کہا: بھئی! وین یہاں مت کھڑی کیجئے' ایسا نہ ہو کہ ٹکر لگ جائے، کوئی گاڑی تیز آتے ہوئے سلپ کر کے آپ کو جا لے۔ سڑک سے اتار کر ایک طرف کھڑی کر دیجئے۔'

کہنے لگے "نہیں مولوی صاحب یہیں رہنے دیجئے"
تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ایک ٹرک آکے ٹکرا گیا، سلپ کرکے پولیس والے کہنے لگے
"یہ مولوی ضرور ولی ہے کوئی"

(آتش فشاں لاہور نومبر(۱) ۱۹۷۹ء ص ۳۲)

ایسی قسمت

(راوی: حیدر فاروق مودودی تحریر منیر احمد منیر)

اسی گرفتاری والے سفر کے سلسلہ میں ابا جان مزید کہنے لگے۔
"ایک جگہ پہنچا، مجھے تو پتہ نہیں تھا کونسی جگہ ہے، تو وہاں پہ موجود شخص سے میں نے پوچھا: یہ کیا جگہ ہے؟"
وہ شخص کہنے لگا: "یہ بنوں ہے اور میں ڈپٹی کمشنر ہوں بنوں کا"
ڈپٹی کمشنر کے والد آئے، دوڑتے ہوئے! مولانا! ہماری یہ قسمت کہاں کہ آپ ہمارے ہاں آئیں۔
میں نے کہا: "بس! ایسی قسمت سے اللہ مجھے معاف ہی رکھے"

(آتش فشاں لاہور نومبر(۱) ۱۹۷۹ء ص ۳۲)

بنوں کا چاند

(روایت: طالب حسین (خادم خاص)

میری خدمت کے دوران صرف ایک مرتبہ مولانا محترم گرفتار ہوئے ــــ عید کے موقع پر۔ رویتِ ہلال کے مسئلہ پر ایوب حکومت نے مولانا کو گرفتار کر لیا۔ جب رہا ہو کر آئے تو مولانا سے پوچھا گیا۔
"آپ کو کہاں لے گئے تھے؟"
آپ نے فرمایا:
"بنوں چاند دکھانے لے گئے تھے۔"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۵ راکتوبر ۱۹۷۹ء ص ۲۹)

عادی مجرم

مولانا جیل سے رہا ہو کر آئے تو ۲۶ مارچ ۱۹۶۰ء کو ان کے اعزاز میں ایک دعوتِ استقبالیہ ترتیب دی گئی۔ اس تقریب میں موصوف نے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"حضرات! آپ کی اس پُر تکلف محفلِ استقبالیہ کو دیکھ کر بار بار دل میں یہ خیال آتا ہے کہ میں تو ٹھہرا ایک "عادی مجرم" چار دفعہ قید ہو چکا ہوں اور ابھی نہ معلوم کتنی مرتبہ اور مجھے قید ہونا ہے۔ کیونکہ زہر ہلاہل کو قند کہنا میرے بس میں نہیں ہے۔ نہ غلط کو غلط کہے بغیر میں کبھی رہ سکتا ہوں، نہ یہ "عادت بد" مجھ سے کبھی چھوٹ سکتی ہے کہ جس چیز کو اپنے علم و ضمیر کے مطابق باطل سمجھوں۔ اسے ڈنکے کی چوٹ باطل کہوں اور سابقہ ان عالی ظرف لوگوں سے درپیش ہے۔ جو خدا کی اس وسیع و عریض زمین پر کسی ایسے انسان کو برداشت نہیں کر سکتے جس کا ضمیر قابلِ بیع و رہن نہ ہو۔ اس لئے لامحالہ مجھے تو اپنی اس بُری عادت کا خمیازہ آئے دن بھگتنا ہی ہوگا۔ اب آپ آخر کہاں تک ان استقبالیوں کا تکلف فرماتے رہیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ ان تکلفات کو چھوڑ کر آپ وہ حالات پیدا کریں جن میں کوئی شخص یہاں خدا کے قانونِ عدل سے تجاوز کر کے اپنی من مانی چلانے کے قابل نہ رہے اور جب یہ مقصد حاصل ہو جائے تو اکٹھی ایک ہی مرتبہ دورِ جاہلیت کی الوداعی تقریب منائیں۔"

(مولانا مودودی کی تقاریر حصہ اول مرتبہ ثروت صولت ص۱۰۸)

اب ہم بالکل کافر ہی ہو جائیں!

(سید اسعد گیلانی)

مولانا مودودی کی قید و بند سے رہائی کے بعد ان کے اعزاز میں مجلس شہریاں کی طرف سے ایک دعوت تھی۔ اس میں مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب بھی موجود تھے۔ قید و بند کے سلسلے میں انگریز کے زمانے میں حاصل ہونے والی سیاسی آزادیوں کا ذکر چل نکلا تو مولانا تھانوی نے مولانا مودودی سے کہا:

"آج ہمارے ملک میں کم از کم انگریز کے دور کے برابر ہی آزادی حاصل ہو جائے تو غنیمت ہے۔"

مولانا مودودی نے فرمایا۔ ہم نے انگریزوں سے ناچنا، تھرکنا اور گانا سیکھ لیا ہے اور ان کی تہذیب اور ثقافت بھی اپنالی ہے۔ بس یہ بہت کافی ہے۔ اب ہم بالکل کو باقی، چاہئیں کہ ان کی اچھی روایات کو بھی لے کر لوگوں کو ویسی ہی سیاسی آزادی بھی دیدیں۔"

مولانا کے اس جواب پر سب کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

(مولانا مودودی کے لطائف صفحہ ۲۳، ۲۴)

خوشبو سونگھ کر....

کراچی میں ڈاکٹر افتخار احمد صاحب کے ہاں مولانا کی دعوت تھی۔ ایک صاحب باہر سے تشریف لائے اور آتے ہی کہنے لگے: "آج تو بریانی کی خوشبو سڑک تک مہک رہی ہے۔"

مولانا کے ہونٹوں پر ایک لطیف مسکراہٹ ابھری۔ کہنے لگے:

"ڈاکٹر صاحب۔ گیٹ بند کردیجئے۔ خوشبو سونگھ کر ایک صاحب تو اندر آگئے ہیں۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۱۱)

کیمرے کا مقتول

(پروفیسر رفیع اللہ ین ہاشمی)

ایک صاحب نے کہا: "آپ اخباری نمائندوں کو منع نہیں کرتے کہ وہ آپ کا فوٹو نہ اتارا کریں؟"

مولانا نے فرمایا: "بارہا منع کر چکا ہوں۔ لیکن ایک شخص کو اچانک کیمرے سے 'شوٹ' کر دیا جائے اور کیمرہ بندوق کی طرح اپنا کام کر جائے تو اس میں 'مقتول' کا کیا قصور ہے؟"

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ دوم صفحہ ۳۹، ۴۰)

شملہ بقدر علم

(روایت: مولانا معین الدین خٹک)

۱۹۷۷ء میں رویت ہلال والی نظر بندی سے رہا ہو کر مولانا فیصل آباد کے دورے پر تشریف لے گئے تو میں ہمراہ تھا۔ میرے سر پہ پٹھانوں کی مخصوص طرز کی لمبے شملے والی پگڑی

تھی۔ فیصل آباد کے میر عبدالقیوم صاحب کی کوٹھی پر اجتماع ہوا تو وہاں میر صاحب نے میرے شملے پر فقرہ چست کیا۔ مولانا فوراً یہ کہہ کر مدافعت کو آئے: "شملہ بقدرِ علم"۔

یا مظہر العجائب!

(حافظ مظہر الدین)

اپنی رہائی کے بعد مولانا راولپنڈی تشریف لائے تو مدینہ ہوٹل میں ایک تقریب منعقد کی گئی۔ میں پہنچا تو ہال بھر چکا تھا۔ مولانا سے کچھ فاصلے پر بیٹھنے لگا تو ابو صالح اصلاحی نے کہا "حافظ صاحب آگئے ہیں"۔

مولانا میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور ذرا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: "یا مظہر العجائب والغرائب"۔ یہ سن کر لوگ ہنس پڑے اور پھر فرمایا: "صاحب! آگے آجائیے یہ دوری بھی کیا؟"

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر اپریل مئی ۱۹۸۰ء صفحہ ۳)

"وہابی گیا"

(عابد نظامی)

۱۹۶۷ء میں میرا ٹرانسفر اچانک راولپنڈی ہوا۔ میں سٹیلائٹ ٹاؤن میں ایک مکان میں رہتا تھا۔ ایک شام میں اپنی بیمار بچی کو (جس کی عمر اس وقت چند ماہ تھی۔) مری روڈ پر ہمدرد دواخانے میں دکھانے کے لئے لایا۔ ابھی میں نے سڑک پار نہیں کی تھی کہ اچانک مولانا نظر آئے جو چاندنی چوک کے قریب ایک مسجد سے مغرب کی نماز پڑھ کر نکل رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر انھیں سلام کیا۔ تعجب سے فرمایا: "آپ کہاں ؟"

عرض کیا: "ٹرانسفر ہو کر یہاں آگیا ہوں۔ بچی بیمار ہے، اس کی دوائی لینے آیا ہوں"۔

مولانا نے بچی کو پیار کیا۔ پھر از خود بڑی شفقت سے کچھ پڑھ کر اسے دم کیا۔ میں نے مزاحاً کہا۔ مولانا! آپ دم بھی کرتے ہیں؟"

ہنس کر فرمایا "ہاں کرتے ہیں۔ آپ صوفیوں نے تو ہمیں خواہ مخواہ 'وہابی' مشہور کر رکھا ہے"۔

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر دسمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۹۸)

تمباکو کی کاشت

(سید اسعد گیلانی)

مجلس میں ایک رفیق نے کہا: "ملک کی باگ ڈور اگر ہمارے ہاتھ میں آئی تو ہم تمباکو کی کاشت قطعی بند کر دیں گے۔"

یہ مولانا کی زردہ خوردنی پر لطیف طنز تھا۔ مولانا طنز سن کر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد موضوع بدل گیا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگے: "اگر ملک کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں آئی تو ہم تمباکو کی کاشت بہت وسیع پیمانے پر کرائیں گے۔"

اس جواب نے سب کو لطف دیا۔ ان کو بھی جن کا جواب دیا گیا تھا۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صفحہ ۲۲)

باپ بیٹا اور روح القدس

(خانی خان)

جناب ظفر اللہ خاں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اپنے والد ملک نصر اللہ خاں عزیز ایڈیٹر "تسنیم" کے ہمراہ وہ مولانا سے ملنے گئے۔ جب دونوں مولانا کے کمرے میں داخل ہوئے تو مولانا نے ان کی طرف اشارہ کرکے مسکراتے ہوئے فرمایا: "باپ بیٹا"

جس پر ملک نصر اللہ خاں عزیز نے انگلی سے مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "اور روح القدس"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۹ نومبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۱)

زیر و زبر

(راوی: مولانا نعیم صدیقی تحریر طارق نیازی)

ایک دفعہ ایک صاحب نے کہا: "فلاں صاحب آپ پر خدا واسطے کی عنایت کرتے رہتے ہیں ایک مرتبہ آپ بھی ان کے بارے میں کچھ لکھتے تو مناسب ہوتا۔"

مولانا نے بڑے دھیمے لہجے میں جواب دیا: "میں ان سے بالکل مایوس ہوں۔ میں نے ان کی شخصیت کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ اس میں 'جزم' کہیں نہیں ہے۔ بس زیر و زبر ہی زیر و زبر ہے۔"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۳۲)

قرض کی پیتے تھے مے

(پروفیسر سید ضیاء اللہ ضیاء)

میں نے جہلم میں مولانا محترم کو ایک جلسے میں پہلی بار دیکھا اور سنا۔ مولانا نے حمد و ثنا کے بعد باوقار انداز میں ٹھہر ٹھہر کر تقریر شروع کی۔ اور دورِ ایوبی کے "عیوب" ایک ایک کر کے گنوائے اور اسلامی جمہوری قدروں کی جس طریقے سے مٹی پلید ہو رہی تھی۔ اسے ہدفِ تنقید بنایا۔ غیر ملکی قرضے لینے اور قوم کو بھکاریوں کا ایک بے وقار گروہ بنانے کے سلسلہ میں تنقید کرتے ہوئے مولانا محترم نے غالب کا یہ شعر پڑھا۔

"قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن"

(ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء ص ۲۲)

دیسی مرغ

(اخلاق حسین)

ایک مرتبہ مرغی کے انڈوں کا ذکر چل پڑا۔ ایک صاحب دیسی انڈوں کے مزے اور تاثیر کی تعریف کر رہے تھے۔ مولانا فرمانے لگے: "مغربی تہذیب کا اس کے جانوروں پرندوں تک پر اثر ہے۔ ان کے مرغوں اور مرغیوں ہی کو دیکھ لیجئے۔ ولایتی مرغیوں کے درمیان اگر باہر سے کوئی دوسرا مرغ آگیا تو پہلے سے موجود مرغ کوئی مزاحمت نہیں کرے گا بلکہ صاحب بہادر کی طرح پتلون میں ہاتھ ڈال کر اکڑ کر کھڑا ہو جائے گا اور منہ پھیر لے گا اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ میم صاحب کس کے ساتھ تفریح و شغل کر رہی ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے چھوٹے سے دیسی مرغ کو دیکھئے، اس کے ـــــ ہوتے ہوئے اگر کوئی بڑے سے بڑے مرغ بہادر اس کی بیگمات کی طرف نظر اٹھا بھی دیکھیں گے تو وہ اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جائے گا لیکن اپنے حرم پر دست درازی گوارا نہیں کرے گا۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر)

(صفحہ نمبر ۶۹)

کروڑوں روپے

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

ایک رفیق نے کہا: "مولانا! اخباری اطلاع کے مطابق ایک مولوی صاحب نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کہا ہے کہ جماعت اسلامی کو کروڑوں روپے مل رہے ہیں۔"

مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "اسے بھی غنیمت سمجھیں کہ یہ لوگ جب بھی آپ کا نام لیتے ہیں لاکھوں اور کروڑوں کی رقم کے ساتھ لیتے ہیں۔ آپ کو سینکڑوں یا ہزاروں میں نہیں بیچ دیتے۔"

(۵۔۱۰ اے ذیلدار پارک حصہ دوم ص۲۰۹)

سُرخ رنگ اور بھینسا

(مجیب بٹ)

مولانا کی بذلہ سنجی خاص شہرت رکھتی ہے۔ ہمارے ایک دوست ایک دن گہرے سُرخ رنگ کی شلوار قمیص پہن کر مولانا کی محفل میں جا بیٹھے۔ دیکھتے ہی فرمایا: "راستے میں آپ کو کسی بھینسے نے ٹکر تو نہیں ماری؟"

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۸۰ء ص۷)

بادلوں کی دھمکیاں

(مجیب بٹ)

ایک روز لان ہی میں مولانا کے پاس ہی کھڑا تھا۔ کالی کالی گھٹائیں اُمڈ کر آئیں اور بادل گرجنے لگے۔ فرمایا: "صفیں جلد اٹھا لو۔ بادل دھمکیاں دے رہے ہیں۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۴ ستمبر ۸۰ء ص۷)

فاروق پارٹی

(راوی: مسز طیبہ آصف: تحریر: س عظیم)

جب اللہ میاں ہمیں کوئی بھائی عطا فرماتا تو مولانا بہت خوش ہوتے۔ جب ہمارا ایک بھائی ہوا تو مولانا بہت خوش ہوئے اور اپنے گھر میں فرمایا: "بھئی! فاروق پارٹی میں پھر اضافہ ہو گیا۔"

مولانا کے بچوں کی مانند ابا جان! (میاں طفیل محمد۔ (مرتب) نے بھی میرے بھائیوں کے نام میں فاروق کا لفظ شامل کر رکھا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱۶۲)

خلافت بٹ رہی ہے!

(راوی: حافظ وحید اللہ خاں تحریر: عبدالغنی فاروق)

میں سکھر میں تھا جب ایک مرتبہ مولانا دورے پر تشریف لائے اور طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہاں تین دن تک مقیم رہے۔ اسی دوران میں ایک دن ایک بلوچ لمبا سا چغہ لایا اور مولانا کی نذر کیا۔ چودھری غلام جیلانی صاحب وہیں تھے۔ ان کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا: "خلافت بٹ رہی ہے۔"

غالباً مولانا نے یہ اس لئے فرمایا کہ چودھری غلام جیلانی صاحب تصوف سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔" مرتب

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور۔ مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۲۰۸)

بحر ظلمات میں.....

(راوی: میجر جنرل (ریٹائرڈ) شیر علی خاں تحریر: فضل عظیم)

مولانا مودودیؒ سے میری تعارفی ملاقات ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔ ڈاکٹر داؤد صاحب ایچی سن کالج میں ہوا کرتے تھے۔ ان کے ہاں شادی کی کوئی تقریب تھی۔ مولانا سے میرا سب سے پہلا تعارف اسی تقریب میں ہوا۔ آپ جانتے ہیں، ہمارے ہاں شادی کے موقع پر کبھی کبھار کھانے میں دیر ہو جایا کرتی ہے۔ میں نے معذرت چاہی۔ مجھ سے کہا گیا! "ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ کہاں جانا ہے؟"

میں نے جواب دیا: "میرا گھوڑا دوڑ رہا ہے۔"

مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "بھئی! جنرل صاحب کو مت روکو، یہ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے جا رہے ہیں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۴۵)

موپلوں کا سردار

(راوی: مولانا خان محمد ربانی تحریر: عبدالغنی فاروق)

میں چپل پہننے اور سر پہ رومال باندھنے کا عادی ہوں۔ ایک دن اسی حالت میں اجلاس میں شریک ہوا تو فرمایا: "یہ دیکھو، موپلوں کا سردار۔"

یاد رہے جنوبی ہند کے موپلہ مسلمانوں کا عمومی لباس اسی نوعیت کا ہوتا ہے۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۸۰ء ص ۶)

نہاری اور وحی

(راوی: خواجہ محمد شفیع دہلوی، تحریر: فریدالدین احمد)

ایک قدرِ مشترک پہ مجھے فخر ہے کہ میں اور مولانا دونوں نہاری کے دلدادہ ہیں۔ ایک محفل میں بات ہو رہی تھی۔ مولانا نے فرمایا: "نہاری کا نسخہ میری رائے میں وحی ہوا ہے۔"

ایک صاحب جو کم علم تھے، انھوں نے کہا! "وحی تو صرف پیغمبروں کو ہوتی ہے۔"

مولانا نے جواب دیا: "جناب! انسان تو انسان شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے اور اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔"

(ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۷۸ء ص ۲۳)

تحویلِ قبلہ

(راوی: منوّر بخاری۔ تحریر: سید نظر زیدی)

(جن دنوں مولانا اپنی اقامت گاہ کے سبزہ زار میں بعد نماز عصر باقاعدگی سے بیٹھا کرتے تھے اور مغرب کی نماز کا وقت ہوتا تھا) تو ہم نوجوانوں میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ مولانا کی جانماز وہ بچھائے۔ ایک دن یہ سعادت میرے حصے میں آئی تو میں نے بے دھیانی میں اوپر کا رُخ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دیا۔ حضرت مولانا قریب ہی تھے۔ جانماز الٹی بچھی دیکھی تو فرمایا:

"ارے بھائی! تم نے تو تحویلِ قبلہ کر ڈالی۔"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۲ تا ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء ص ۱۷)

جاہل آدمی

(سید اسعد گیلانی)

ایک مجلس میں ایک صاحب نے کہا: "مولانا! کئی مرتبہ سوچا ہے کہ آپ کے اساتذہ کے نام دریافت کروں لیکن بھول بھول جاتا ہوں۔ آپ کے مخالفین بعض اوقات ایسا سوال کر بیٹھتے ہیں تو پریشانی ہوتی ہے۔"

مولانا زیرِ لب مسکرائے اور بڑی بے نیازی سے فرمانے لگے! "کہہ دیجئے، جاہل آدمی ہے۔ اگر آپ کی اتنی سی بات سے دوسرے لوگ خوش ہوجائیں تو اس میں ہمارا حرج کیا ہے؟"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص ۲۱۰)

جوہڑ کا پانی

(سید اسعد گیلانی)

مرکزی دفاتر کی عمارت سے قریب ایک چھوٹے سے جوہڑ میں مویشی پانی پیتے تھے ایک بے تکلف دوست اس طرف سے لپکے چلے آرہے تھے۔ مولانا نے پوچھا! "کہاں سے آرہے ہیں؟"

انھوں نے بڑی سادگی سے جواب دیا: "مولانا! پانی پینے گیا تھا۔"

مولانا نے مسکراکر فرمایا: "اچھا! اب میں سمجھا کہ آپ اس طرف سے کیوں چلے آرہے ہیں۔"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) ص ۲۱۶)

روزہ اور خوشبو

(روایت: میاں محمد اویس)

ایک مرتبہ عصری مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا: "جناب! ہمارے گاؤں کا مولوی کہتا ہے کہ روزہ رکھ کر خوشبو لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔"

مسکراکر فرمانے لگے: "تو پھر روزہ رکھ کر لیٹرین میں بیٹھا کریں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص ۱۶۳)

ساری حمد واسطے ......

(مولانا عبدالرشید ارشد)

مولانا اپنے رفقاء اور معتقدین کو مدح سرائی یا جرح و تنقید میں ہمیشہ اعتدال کی تلقین کرتے۔ افراط و تفریط سے خود بھی گریز کرتے اور اپنے مخلصین کو بھی منع کرتے۔ وہ اپنے لئے وسیع و عریض خطابات اور ہر طرح کی مبالغہ آرائی کو طبعاً ناپسند کرتے۔ چنانچہ وہ اپنے رفقاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "مجھے ہر کلمۂ تحسین سے معاف رکھیئے۔ آپ لوگ تو ایک آدھ لفظ کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں اور مجھے مدتوں اس کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ حتیٰ کہ اپنے سر کی ٹوپی

تک بچانی مشکل ہو جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ بچا دنیا میں ساری حمد واسطے ان حضرات (معترضین) کے ہے۔" (روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صہ۳۱)

وسیع الظرف

(سید اسعد گیلانی)

صحن میں چند کرسیاں پڑی تھیں۔ ان میں سے ایک پر مولانا مودودی بھی بیٹھے تھے۔ کسی رفیق نے پان پیش کیا۔

"لیکن بھائی، میں تو زردہ بھی کھاتا ہوں۔" مولانا نے مسکراتے ہوئے کہا:

پان پیش کرنے والے صاحب کے پاس اچھا تمباکو نہ تھا۔ انھوں نے معمولی درجے کا ہی معذرت کرتے ہوئے پیش کر دیا۔

"لائیے صاحب جیسا کچھ بھی ہے۔" مولانا نے یوں بے تکلفی سے کہا۔

انھوں نے تھوڑا سا مولانا کی ہتھیلی پر ڈالا تو مولانا نے کہا:

"اور ڈالئے صاحب ـــ اور ـــ اور۔ میرا ظرف اس معاملے میں بہت وسیع ہے۔"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صفحہ نمبر ۴۲)

میرا فن اور ہے

ایک صاحب نے مولانا کو خط لکھا کہ ان کی اہلیہ پر ارواحِ خبیثہ اور جنوں نے قبضہ کر لیا ہے اور وہ سخت اذیت میں مبتلا ہیں۔ انھوں نے مولانا سے کسی عمل کے ذریعے ارواحِ خبیثہ سے نجات دلانے کی درخواست کی۔ مولانا نے جواباً لکھا:

"اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور آپ دونوں کو اس مصیبت سے نجات دے۔ افسوس ہے کہ مجھے ارواحِ خبیثہ اور جنوں اور شیاطین کے بارے میں نہ تو کچھ علم ہی حاصل ہے اور نہ ان چیزوں کو دفع کرنے کے طریقے ہی جانتا ہوں، میری واقفیت صرف ان ارواحِ خبیثہ اور شیاطین تک محدود ہے جو خود انسانوں میں موجود ہیں اور آج تک جو کچھ سیکھا ہے اور عمل کیا ہے وہ بھی انہی کو دفع کرنے کے لئے ہے۔ بجز دعا کرنے کے اور کوئی خدمت میں آپ کی

نہیں کرسکتا۔ آپ کسی صاحبِ فن آدمی سے اس معاملے میں رجوع فرمائیں۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۱۳)

"ایک مہرباں"

(عبدالغنی عثمان)

ایک محفل میں باتوں باتوں میں مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کے مخالفانہ رویّہ کا ذکر ہونے لگا۔ ایک صاحب نے مولانا سے مخاطب ہو کر کہا: "مولانا! ان کی کوئی تقریر یا بیان آپ کے مخالفانہ ذکر سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ تو جماعت اسلامی اور آپ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔"

مولانا کے چہرے پر بشاشت اور شگفتگی تھی۔ دھیرے دھیرے نہایت پرسکون لہجہ میں گویا ہوئے:

"ہاں سنا ہے کہ اس نام کے ایک مہرباں ہیں۔"

"سخن ناشناس"

(سید اسعد گیلانی)

ایک صاحب بہاولپور سے مولانا کی خدمت میں "خطبات" کا منظوم پنجابی ترجمہ لے کر حاضر ہوئے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اسے خود پڑھ کر سنائیں اور مولانا سے داد وصول کریں۔ مولانا نے فرمایا:

"بھائی! میں اس پنجابی ترجمے کی کیا داد دے سکوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ کچھ اہل سخن، اکٹھے کر لیے جائیں جو اس کے حسن و قبح کو پرکھ سکیں۔ پنجابی زبان کے بارے میں تو میں سخن ناشناس ہوں۔"

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰)

"خلافت راشدہ"

(ڈاکٹر نذیر احمد شہید)

جب میں نے اپنے بزرگ بلکہ تصوّف کی زبان میں پیر و مرشد حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی خدمت میں (اپنے پہلے بیٹے) ابوبکر کی پیدائش کی خبر لکھی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ

نے ابوبکر کے دوسرے بھائی بھی دے تو ان کے نام عمر فاروق، عثمان غنی، اور علی حیدر رکھوں گا تو مولانا نے فرمایا: "تم نے تو ساری خلافتِ راشدہ پوری کر دی"

(لب زنداں مرتبہ۔ محمد خالد فاروق ص۲۴۳)

جُھوٹا

اولاد کی نعمت سے محروم ایک صاحب مولانا سے جب ملتے ان سے اپنی اس محرومی کا ذکر کر کے طالبِ دعا ہوتے۔ ایک بار پھر جب انھوں نے یہی بات کہی تو مولانا نے (جو خود کثیر العیال تھے) ازراہِ تفنن ان سے فرمایا "آپ میرا جھوٹا کھا لیجئے انشاء اللہ فائدہ ہوگا"
اس موقع پر جناب شیخ فقیر حسین صاحب نے مولانا کی کثیر العیالی کے پیش نظر فوراً کہا:
"مولانا! یہ تو آپ کا جھوٹا بعد میں کھائیں گے، پہلے آپ ان کا جھوٹا ضرور چکھ لیں"
مولانا مسکرا دیے۔

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۱۳)

امریکہ بڑا احمق ہے!

ایک موقع پر امریکی امداد حاصل کرنے کے الزام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
"امریکہ بڑا احمق ہے کہ وہ ان لوگوں کو امداد دے رہا ہے جو اس کا کام نہیں کرتے اور اسلام کا کام کئے جاتے ہیں۔ کیا واقعی امریکہ اسلام سے اتنی محبت کرنے والا ہے؟"

(تصریحات مرتب سلیم منصور خالد صفحہ نمبر ۶۴)

آمریت اور کرسی

(راوی: نوابزادہ نصراللہ خاں تحریر فضل عظیم)

جمہوری مجلس عمل کے زمانے میں، موچی دروازے میں ہمارا بہت بڑا جلسہ ہو رہا تھا اور میں اس جلسے کی صدارت کر رہا تھا کہ مولانا مودودی تقریر کرنے کے لئے تشریف لے آئے۔ ان دنوں بھی مولانا کی صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ کھڑے ہو کر تقریر کریں۔ انھیں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنی تھی۔ میں نے اپنی کرسی ان کے لئے خالی کر دی۔ مولانا مودودی نے اپنی تقریر کے آغاز میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "دیکھئے جناب، ہم لوگ کتنی آسانی

نے دوسروں کے لیے کرسیاں چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ جو آمریت ہے نا — اس میں یہ بات نہیں۔"
(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۲)

التفاتِ دلِ دوستاں

ایوب خاں کے آخری دور میں جمہوریت کی بحالی کے لئے تمام سیاسی جماعتوں نے پاکستان تحریکِ جمہوریت (پی۔ ڈی۔ ایم) کے نام سے جو تنظیم قائم کی تھی۔ اس کے زیرِ اہتمام پورے ملک میں بڑے بڑے سیاسی جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ ایک ایسے ہی جلسہ عام میں مولانائے محترم اپنی تقریر کا آغاز نہایت شگفتہ انداز میں کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ مرتب

"امیر مینائی کا ایک شعر ہے ؎

امیر جمع ہیں احباب، حالِ دل کہہ دے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

مجھے اللہ کے فضل سے یہ تو کوئی ڈر نہیں ہے کہ میں دلِ دوستاں کے التفات سے محروم ہو جاؤں گا مگر یہ ڈر ہر وقت لگا رہتا ہے کہ نہ معلوم کب دفعہ ۱۴۴ لگ جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے۔ آج خوش قسمتی سے یہاں دفعہ ۱۴۴ نافذ نہیں ہے اور خدا کرے کہ جلسہ ختم ہونے تک نافذ نہ ہو۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر انشاء اللہ میں دل کی بات پوری طرح آپ کے سامنے عرض کر دوں گا۔

میں اس بات پر بھی حکومت کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے باہر جانے سے روک دیا ہے اور اس طرح مجھے یہاں رہ کر تحریکِ جمہوریت کو فروغ دینے کے لئے کام کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو میرا فراق ہی گوارا نہیں ہے یا پھر حکومت کے اندر کسی بڑی کلیدی اسامی پر تحریکِ جمہوریت کا کوئی بڑا گہرا ہمدرد بیٹھا ہوا ہے جس کا خیال یہ ہے کہ اس تحریک کو فروغ دینے کے لئے پورا زور لگانا چاہیئے۔ اس لئے میں انشاء اللہ اس تحریک کو فروغ دینے کے لئے پورا زور لگاؤں گا، اور اپنے اس خیر خواہ کو مایوس نہ ہونے دوں گا۔"

(تحریکِ جمہوریت کے اسباب اور اس کا مقصد صفحہ ۲۲، ۲۳)

وہابی اور بدعتی

مولانا سے سوال کیا گیا کہ: "سوشلزم کے حواری یہ کہتے ہیں کہ اگر اس ملک میں اسلام آ گیا تو اس کا چلنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں اور تمام فرقے آپس میں لڑنا شروع کر دیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسلام کے بجائے کوئی اور نظام چلایا جائے۔"

مولانا کا جواب تھا کہ: "ان عقل مندوں کو غالباً یہ بات معلوم نہیں ہے کہ سوشلزم کے کتنے فرقے ہیں۔ دو سب سے بڑے فرقے تو چین اور روس ہیں۔ ایک 'وہابی' ہے اور ایک 'بدعتی' ہے۔ چینی روسیوں کو ترمیم پسند کہتے ہیں۔ تو یہ گویا بدعتی کے معنوں میں ہے۔ ان کے علاوہ اور نہ معلوم کتنے فرقے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سوشلسٹ اپنے کون سے فرقے کو یہاں لانا چاہتے ہیں جس کے بعد ہمیں اسلامی فرقوں سے نجات مل جائے گی۔" (تصریحات مرتب سلیم منصور خالد ص۸۹)

ہزیمت کا بدلہ

(ڈاکٹر محمود فیضانی)

میں مولوی حافظ شہاب الدین صاحب کو اپنے ہمراہ ذیلدار پارک لے گیا۔ مولانا مودودی خاصی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ مولانا کے ساتھیوں میں سے ایک نے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب (جو کہ مولوی شہاب الدین صاحب کے بیٹے ہیں) کا ذکر شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب ان دنوں پوری قوم کی تنقید کی زد میں تھے اور ان کے خیالات پر بہت لے دے ہو رہی تھی۔ مولوی صاحب اپنے بیٹے کی گمراہی سے سخت نالاں اور غمزدہ تھے۔ مولانا نے اس خیال سے کہ اس ناگوار بحث سے مولوی صاحب کو رنج ہو گا۔ موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ فرمانے لگے "مولوی شہاب الدین صاحب ساری عمر اعلائے کلمۃ الحق میں بہت دلیر رہے۔ شیطان ان سے بہت تنگ تھا۔ اس لئے اس نے ان کے بیٹے کو بہکا کر اپنی ہزیمت کا بدلہ لیا ہے۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور، ۱۰ر اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳، ۱۴)

بحوالہ ماہنامہ اذان" برمنگھم

بیٹوں کو لے گئیں چڑیلیں!

(ڈاکٹر محمود فیضانی)

مولانا نے مولوی شہاب الدین صاحب سے کہا: "آج کل آپ مسجد کے حجرے میں رہتے ہیں، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاں قیام کریں"۔

مولوی صاحب نے فرمایا: "پہلے اسی کے پاس رہتا تھا۔ مگر بعد میں اس کی تقرری لاہور سے دور ہوگئی۔ تو احباب کے اصرار پر میں لاہور ہی میں رہ گیا"۔

مولوی صاحب نے اپنی زندگی کے ان ایام کی منظر کشی کرتے ہوئے میرے والد مرحوم مرزا عزیز فیضانی دارا پوری کا پنجابی شعر پڑھا ؎

"پتراں نوں نونہاں لے جاون دھیاں کھڑن جوائی
ماپے بھیڑے ٹنڈے منڈے ویندے پھرن دوہائی"

مولانا فرمانے لگے: "ہمارے ہاں اردو میں بھی اس مضمون کا محاورہ ہے۔

"بیٹوں کو لے گئیں چڑیلیں اور بیٹیوں کو لے گئے بھوت
بوڑھا بڑھیا رہ گئے بالکل اوت کے اوت"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۰ اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲ بحوالہ ماہنامہ اذان برمنگھم)

آغا شورش کا جوتا

(راوی: پروفیسر مرزا محمد منور، تحریر: خانی خان)

یہ اواخر ۱۹۶۸ء کا زمانہ تھا۔ صدر ایوب کی آمریت کے خلاف دونوں بازوؤں میں خاصی بے چینی پیدا ہو چکی تھی۔ مشرقی پاکستان کے چیف جسٹس جناب محبوب مرشد اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر عوام کی نگاہوں کا مرکز بن چکے تھے اور ان کا نام اگلے الیکشن کے لئے صدر ایوب کے مقابلے میں صدارتی امیدوار کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔ جناب محبوب مرشد ملک کا دورہ کرنے کے لئے مغربی پاکستان تشریف لائے۔ لاہور میں ان کے اعزاز میں خواجہ عبدالرحیم نے ایک ظہرانہ دیا جس میں تمام قابل ذکر سیاسی لیڈر اور متعدد غیر سیاسی اصحاب مدعو تھے۔ جسٹس محبوب مرشد مولانا مودودی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاؤں میں زری کا بنا ہوا جوتا دیکھ کر مولانا نے ازراہِ تفنن پوچھا۔

"مرشد صاحب! جوتا بڑا خوبصورت ہے۔"
مرشد صاحب نے سامنے کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آغا شورش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔
"آغا صاحب نے تحفہ عطا فرمایا ہے۔"
مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "مرشد صاحب! ذرا احتیاط سے رکھیے گا۔ آغا شورش کا جوتا چلتا بہت ہے۔"
اور محفل کشتِ زعفران بن گئی۔ (ہفت روزہ زندگی لاہور ۹ر نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۰)

"ان کہنی"

(راوی: پروفیسر مرزا محمد منور۔ تحریر: یا خانی خان)

اس دور میں ایوب کی مخالفت کے ساتھ ساتھ بحالی جمہوریت کی تحریک خوب زوروں پر چل رہی تھی۔ عوام کا سب سے بڑا مطالبہ بحالی جمہوریت کا تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ صدارتی نظام کے بجائے حسب سابق پارلیمانی نظام رائج کیا جائے اور بی۔ ڈی ممبروں کو انتخابی ادارہ بنانے کے بجائے عوام کا حق بالغ رائے دہی تسلیم کیا جائے۔ صدر ایوب عوام کے زبردست دباؤ کے تحت ان مطالبات کو پذیرائی بخشنے پر مجبور ہو رہے تھے اور اگرچہ دبے دبے لفظوں میں ان مطالبات سے ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن کھل کر تسلیم کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ کھانے کی اسی محفل میں صدر ایوب کا یہی رویہ موضوع سخن بنا ہوا تھا۔ کسی نے مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"مولانا! صدر ایوب تو ساری باتیں ماننے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔"

مولانا نے جواب میں فرمایا: "دہلی کے نواح میں جو ہندو رہتے ہیں وہ مسلمانوں سے معاشرتی میل جول کی وجہ سے بعض اسلامی معتقدات پر دل سے تو یقین کرنے لگے ہیں لیکن تعصب کی بنا پر زبان سے اقرار نہیں کرتے۔ چنانچہ جب کوئی ہندو مرنے لگتا ہے اور جانکنی کی اذیت طول کھینچ جاتی ہے تو اس کے لواحقین اسے تلقین کرتے ہیں کہ اچھا اب پھر وہ اَن کہنی کہہ ہی دو (یعنی دل میں کلمہ پڑھ لو) تا کہ جان تو آسانی سے نکل جائے، چنانچہ صدر ایوب کو بھی اب یہی اَن کہنی کہنی پڑ رہی ہے۔"

مولانا کے اس لطیفے پر محفل دوبارہ کشتِ زعفران بن گئی۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۹ر نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱)

خدا کے لئے آپ نہ اُٹھئے!

(راوی: پروفیسر مرزا محمد منور بحوالہ خانی خان)

اس محفل کا تیسرا چٹکلہ سنئے. جب مولانا کمرے میں داخل ہوئے تو احتراماً سب لوگ کھڑے ہو گئے مولانا نے التجا کے انداز میں سب سے فرمایا کہ جناب تشریف رکھیے، مجھے کیوں گنہگار کرتے ہیں؟ پھر جب مولانا ایک خالی کرسی کی طرف بڑھنے لگے تو راستے میں بیٹھا ہوا ہر شخص اٹھ کر مولانا سے مصافحہ کرنے کی کوشش کرتا جس پر مولانا پھر اس سے بیٹھے رہنے کی التجا کرتے۔ مولانا کی سیٹ ممتاز دولتانہ سے ذرا پرے تھی. جب مولانا قریب پہنچے تو جناب دولتانہ نے بھی مصافحہ کے لئے کھڑے ہونے کی کوشش کی جس پر مولانا نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا کے لئے بیٹھے رہیے، آپ تو نہ اُٹھئے"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۹ر نومبر ۹۷۹اء صلا)

جانسن کا بلاوا

(پروفیسر رفیع الدین ہاشمی)

علاج کے لئے باہر جانے کا تذکرہ چلا تو ایک صاحب نے کہا: "تحریک اسلامی کے ایک مخالف ایک روز مجھ سے کہنے لگے کہ مولانا مودودی جانسن (اس وقت کے صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ) سے ملنے کے لئے امریکہ جا رہے ہیں"

مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "بلکہ انھیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ جانسن نے بلوایا ہے"

(۵. اے ذیلدار پارک حصہ دوم صفحہ ۲۴۹)

عجیب نام

(ڈاکٹر انور سدید)

ایک بار ناموں کا ذکر چھڑ گیا کہ ہمارے ہاں بچوں کے نام رکھتے ہوئے یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ اس نام کے کیا معنی ہیں یا اس کے کچھ معنی ہیں بھی یا نہیں؟ اس سلسلے کی بعض مثالیں دیتے ہوئے مولانا فرمایا: "ایک بیرسٹر ہوا کرتے تھے. ان کا نام تھا نبی اللہ. پشاور کے ایک شخص کا نام آفت خاں تھا اور والد کا نام قیامت خان تھا. مشرقی پاکستان میں ایک شخص کا نام عورت علی تھا"

ناموں کی اس غیر معمولی ناہمواری سے مولانا نے بڑا لطیف مزاح پیدا کیا.

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۰۴)

ٹیوب میں شیرہ

انگلستان میں رہنے والے پاکستانیوں اور پاکستانی کھانوں کے متعلق بات ہو رہی تھی مولانا نے فرمایا:

"وہاں حلال اور حرام کی تمیز رکھنے اور اسے اہمیت دینے والے مسلمانوں کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے کہ حلال کھانا بآسانی مل جاتا ہے۔ انگریز لوگ پاکستانی کھانے اگر ایک بار کھالیں تو پھر انھیں یہ چٹخارہ لگ جاتا ہے (مسکراتے ہوئے) ان کی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ ایسے اچھے کھانے کیسے پکاتے ہیں۔ مثلاً جلیبی دیکھ کر ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے اس ٹیوب کے اندر شیرہ کیسے بھرا ہے"

(۵-۱ے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ ۱۹۹)

ہن میں کی کراں

لندن میں لیوٹن کے ایک نوجوان نے مولانا سے پوچھا:

"آپ کافی عرصہ سے لاہور میں مقیم ہیں۔ کیا آپ پنجابی بول سکتے ہیں؟"

مولانا نے فرمایا: "بس ایک جملہ آسانی سے بول سکتا ہوں"

لوگوں نے پوچھا: "مولانا! کونسا جملہ؟"

مولانا نے ارشاد فرمایا: "ہن میں کی کراں"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۱۳۱)

ایک دل گردے کا آدمی

(راوی: مولانا عبدالرشید ارشد۔ تحریر: عبدالغنی عثمان)

۲۲ر اکتوبر ۱۹۶۸ء کو لندن کلینک میں دو گھنٹے کے آپریشن کے بعد مولانائے محترم کے اس ناقص گردے کو نکال دیا گیا جو مسلسل ۳۶ برس سے پتھر بنا رہا تھا۔ صحت یاب ہونے کے بعد جب سید محترم برطانیہ سے واپس وطن تشریف لائے تو کراچی ایئرپورٹ پر اخبار نویسوں نے مزاج پرسی کرتے ہوئے پوچھا:

"مولانا! اب طبیعت کیسی ہے؟"

فرمایا: "کیا پوچھتے ہو؟ بس، ایک دل گردے کا آدمی ہوں۔"
تمام اخبار نویس اس حسین جواب پر مسکرا دیئے۔

سیاہ رات، سفید داڑھی

(راوی: سید نقی علی۔ تحریر: سید اسعد گیلانی)

لندن سے واپسی پر مولانا محترم کراچی ہوائی اڈے پر اترے تو وہ خصوصی مہمانوں کی انتظار گاہ میں ٹھہر گئے۔ میں بھی کسی صورت اندر پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی مولانا بولے:

"ارے یہ کون صاحب آرہے ہیں۔ وہ پیارے نقی علی صاحب کہاں چلے گئے؟"

میں نے سلام کا جواب دے کر ہاتھ ملایا اور کہا: "کیا بات ہے؟"

مولانا فرمانے لگے: "میں تو آپ کو اچھا خاصا چھوڑ کر گیا تھا۔ یہ آپ کی اتنی سفید داڑھی کیوں دکھائی دے رہی ہے کہ پہچاننا مشکل ہو رہا ہے۔"

میں نے عرض کیا! "مولانا! آپ کے فراق میں اور کیا ہو سکتا تھا؟"

مولانا نے میرے جواب پر زیر لب مسکراتے ہوئے کہا: "اچھا! تو ہجر کی سیاہ رات میں یہ سفیدی نمودار ہوئی ہے۔"

(سید مودودی بچپن، جوانی، بڑھاپا صفحہ نمبر ۲۱۳، ۲۱۴)

شادی کی رجسٹریشن

(روایت: میاں محمد اویس)

جب میری شادی کا موقع آیا، تو مولانا ان دنوں علاج کی غرض سے (۱۹۶۸ء میں) ولایت تشریف لے گئے تھے۔ جب مولانا واپس تشریف لائے تو ہم ہوائی اڈے پر ان کا استقبال کرنے گئے۔ اترتے ہی جب قطار میں مجھ سے ملے تو فرمانے لگے۔

"برخوردار! میں جب تک ولیمہ نہیں کھا لیتا، اس وقت تک شادی رجسٹر نہ کروں گا اس لئے تم ایک آدھ دن میں دعوت کا انتظام کرو تاکہ میں تمہاری شادی رجسٹر کروں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر۔)

(جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۵۲)

یہ ہے وہ پتھری!

(مولانا عبدالرشید ارشد)

۱۹۶۸ء کے اواخر میں جب سید محترم برطانیہ سے گُردے کا آپریشن کرانے کے بعد واپس تشریف لائے تو ۵۔اے ذیلدار پارک میں کئی دنوں تک ملاقاتیوں اور تیمارداروں کا ایک جمگھٹا سا لگا رہا۔ ایک دن میں بھی حاضرِ خدمت تھا۔ مولانا محترم نے شرکاء مجلس کو ایک خوبصورت بٹوے سے اپنے مثانے سے نکالی جانے والی پتھری دکھائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

"یہ ہے وہ پتھری، جس نے کئی سال تک مجھے پریشان کئے رکھا۔"

"آرام"

(اسید اسعد گیلانی)

گُردے کے آپریشن کے بعد لاہور میں ایک شخص نے پوچھا: "مولانا! ڈاکٹروں نے تین چار مہینے تک آرام کرنے کی جو شرط لگا رکھی تھی کیا وہ اب پوری ہو گئی ہے؟"

مولانا نے ہلکے پھلکے انداز میں فرمایا: "جی ہاں! یہ شرط خوب پوری ہوئی ہے۔ انگلستان سے واپسی پر 'آرام' ہی تو میرا انتظار کر رہا تھا۔"

واضح رہے کہ لندن سے واپسی پر مولانا کو زبردست مہم میں حصّہ لینا پڑا۔

(مولانا مودودی کے لطائف ص۳۲)

واستغفرہ-----

(اخلاق حسین)

ایک مرتبہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں چندہ کی اپیل کی گئی۔ ملک نصراللہ خان عزیز مرحوم نے جیب سے ایک سو روپے کا نوٹ نکالا اور صدرِ مجلس مولانا مرحوم کی جانب بڑھاتے ہوئے بولے:

"اذا جاء نصر اللہ"

اور مولانا کو نوٹ دیا۔ مولانا مرحوم نے برجستہ اسی صورت کی آخری آیت پڑھی۔

"واستغفرہ انہ کان توابا"

ملک صاحب جھینپ گئے اور مجلس مولانا کی ذہانت اور برجستگی پر عش عش کرنے لگی۔

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ص۲۹)

سولہ نہیں، اٹھارہ کی،

(راوی: بیگم سید مودودی بحریہ سلمیٰ یاسمین نجمی)

ہماری ہمسائی، جو اسکول میں پڑھاتی ہے۔ ایک روز آئی اور کہنے لگی: "میری ایک ملنے والی نے بڑے وثوق سے بتایا ہے کہ مولانا نے ایک سولہ برس کی لڑکی سے حال ہی میں شادی کر لی ہے۔ میں نے کہا کہ اللہ کے بندو، خدا سے ڈرو، بے چارے اتنے بیمار ہیں، ان کی عمر دیکھو، ایسے الزام لگاتے شرم نہیں آتی؟ ہمارے ہمسائے ہیں، ہمارے گھر سے ان کا صحن نظر آتا ہے۔ روزانہ ان کی بیگم اور ان کو دیکھتی ہوں۔ ملنے والی بولیں، نہیں یہ خبر بالکل سچ ہے۔ انھوں نے علاج کرایا ہے۔ اب بالکل ٹھیک ہیں۔"

مولانا بھی وہیں بیٹھے سن رہے تھے۔ میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے:

"بھئی! سولہ کی تو نہیں ہے، اٹھارہ کی ہوگی۔"

سب ہنسنے لگے۔

(ماہنامہ بتول لاہور سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء ص۱۵)

----- نماز ہوجاتی ہے!

(محمد اکرم رانجھا ایڈوکیٹ)

عصری مجلس میں کسی صاحب نے سوال کیا:

"مولانا! مولوی ... صاحب آپ کو گالیاں دیتے ہیں لیکن آپ ہیں کہ جمعہ انہی کے پیچھے ادا کرتے ہیں!"

سید صاحب دھیرے سے مسکرائے اور فرمایا:

"میرے بھائی! میں نے قرآن و حدیث اور فقہ کا مطالعہ کیا ہے۔ کہیں یہ لکھا ہوا نہیں کہ جو شخص مودودی کو گالی دے گا، کافر ہوجائے گا، اور اب آپ جانتے ہیں کہ مسلمان کی اقتدا میں نماز ہوجاتی ہے۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ۱۹۷۹ء ص۴۷)

اسلامی قسم کی مس سکریٹری

(راوی: محمد نواز خاں۔ تحریر: عبدالغنی فاروق)

مرحوم مصباح الاسلام فاروقی، مرکز میں سکریٹری نشر و اشاعت تھے۔ امریکہ سے ایک خط آیا۔ انگریزی میں پتہ یوں لکھا تھا! مس باح الاسلام فاروقی" مولانا ہنسے اور فرمایا:

"امریکیوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مودودی کے پاس بھی اسلامی قسم کی مس سکریٹری کام کرتی ہے۔ کاش وہ آکر انھیں دیکھ سکتے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء ص۳۰)

اللہ کی الاٹمنٹ

(راوی: صاحبزادہ صفی اللہ۔ تحریر: صابر کلوروی)

ایک موقع پر میں نے کہا: "مولانا! میری نرینہ اولاد نہیں ہے۔ صرف بچیاں ہیں۔"

انھوں نے دعا کی جب میرا لڑکا پیدا ہوا، تو مولانا کے سامنے جسارت کی کہ: "اس لڑکے کا نام رکھ دیں۔"

مولانا نے فرمایا کہ: "یہ سلسلہ جو آپ کے ہاں شروع ہے صفی اللہ اس کے پیش نظر احسان اللہ رکھ لیں۔"

میں نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے۔"

انھوں نے کہا: "اسد اللہ۔"

میں نے کہا: "یہ بھی میرا بھتیجا ہے۔"

اس پر مولانا نے ہنس کر فرمایا: "اللہ کو آپ لوگوں نے اپنے نام کے ساتھ الاٹ کر رکھا ہے، تو پھر میں کیا کروں؟"

اس کے بعد فرمایا: "صبغت اللہ۔"

میں نے کہا: "ہاں یہ رکھا جا سکتا ہے۔"

اور پھر میں نے یہی نام رکھا۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء ص۲۰)

قلم توڑ تحریریں

(روایت: شیخ نفیر حسین)

ایک دفعہ مولانا نے رفقار کو تحفے کے طور پر قلم دیے، لیکن مجھے نہ دیا۔ میں نے خلش محسوس کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مجھے تنگ کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ دو دن میرا ردِعمل دیکھتے رہے، پھر مجھے بلایا اور کہا "مجھے لگتا ہے آپ ناراض ہیں۔"

میں نے عرض کیا: "ایسی کوئی بات نہیں۔"

کہنے لگے: "شاید پین والا معاملہ ہے۔"

میں نے کہا: "آپ نے مجھے نااہل سمجھا، اس لئے نہ دیا۔"

کہنے لگے: "باقی سب کو تو میں نے پرانے قلم دئے ہیں۔ آپ کے لئے یہ نیا شیفر پین ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی تحریریں قلم توڑتی ہیں۔"

دراصل انہی دنوں میرا ایک مضمون جماعت کے مسائل پر "ایشیا" میں چھپا تھا۔ مولانا نے اسے پڑھا تھا اور اسی کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ فرمانے لگے: "نئے پین سے آپ دو چار مضمون تو لکھ لیں گے، پرانا قلم تو اس قسم کا آدھا مضمون بھی نہیں لکھ سکتا۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور قائد انقلاب نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۵۲)

مکتب اور سرائے

(عبدالغنی عثمان)

ایک ملاقات میں آغا شورش کاشمیری نے اپنے ایک ساتھی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"مولانا! یہ پہلے کالج میں پڑھاتے تھے۔ اب انھوں نے ہوٹل بنا لیا ہے اور وہیں ہوتے ہیں۔"

مولانا نے بے ساختہ کہا: "تو پھر یوں کہیے کہ انھوں نے مکتب چھوڑ کر سرائے بنا لی ہے۔"

تعویذ پر دستخط

(محمد یٰسین)

مولانا کی باتوں میں واقعی گلوں کی خوشبو تھی، محض محاورے کی بات نہ تھی۔ ایک بار ایک بہت پڑھے لکھے صاحب جو کہ انجینئر ہیں، تشریف لے آئے کہ تعویذ لکھ دیں۔ مولانا کا جواب تھا کہ:۔

"میں یہ کام نہیں کرتا۔"

انجینئر صاحب نے کہا: "مجھے سید نقی علی صاحب نے بھیجا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ اگر آمادہ نہ ہوں تو پھر ان کا نام لے کر میں آپ سے درخواست کروں۔"

اس پر مولانا نے مسکرا کر فرمایا:

"نقی علی صاحب سے کہیے کہ وہ تعویذ لکھ دیں میں اس پر دستخط کر دوں گا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص ۳۰۴)

حضرت عمرؓ اور کار

(قیوم قریشی)

ایک مرتبہ مولانا کسی تقریب میں جانے کے لئے کسی دوست کی کار میں بیٹھنے لگے تو ایک سنکی قسم کے رکن جماعت غضبناک ہو کر سامنے آگئے اور گرج کر بولے۔

"مولانا! کیا حضرت عمر فاروق رضؓ کار میں بیٹھا کرتے تھے؟"

مولانا کے چہرے پر یہ سوال سن کر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور انھوں نے بڑے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا: "اگر اس دور میں ہوتے تو ضرور بیٹھا کرتے۔"

اور اس رکن جماعت کا تمام غصہ ایک لمحے میں ٹھنڈا ہو کر رہ گیا۔

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۷۹ء ص ۱۱)

بدقسمتی سے ....

(قیوم قریشی)

سوال کیا گیا: "مولانا! آپ جماعت اسلامی کی ترجمانی کے لئے ایک روزنامہ اخبار کیوں جاری نہیں کرتے؟"

جواب ملا: "روزنامہ اخبار چلانے کے لئے فی زمانہ بہت کثیر سرمائے کی ضرورت ہے جس سے ہم محروم ہیں۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق امریکہ ہمیں سرمایہ مہیا کرتا ہے لیکن بدقسمتی سے اسے ہمارا صحیح پتہ معلوم نہیں اور نہ جانے اس کا بھیجا ہوا سرمایہ کہاں چلا جاتا ہے۔"

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۷۹ء ص ۱۱)

کش ہی کش

(راوی: شیخ فقیر حسین بتحریر: سید نظر زیدی)

ایک دن مولانا کی مجلس میں جماعت اسلامی اور مولانا کے مخالفین کا ذکر چھڑ گیا۔ ایک صاحب بولے: "ایسے نازک حالات میں تو یہ کشمکش ختم ہو جانی چاہیے۔"

مولانا نے برجستہ فرمایا: "حضرت! کشمکش کہاں ہے، یہ تو بس کش ہی کش ہے۔ کشمکش تو اس وقت ہوتی جب ہماری طرف سے بھی اس قسم کی کارروائی کی جاتی۔"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۱)

کھانے والی کھڑکی

(ابوالوفا حجازی)

۱۹۶۹ء میں ایوب خاں نے تمام سیاسی رہنماؤں کی گول میز کانفرنس طلب کی۔ مولانا مودودی راولپنڈی تشریف لائے۔ حاجی شیخ صغیر احمد صاحب کی کوٹھی پر قیام فرمایا... خان جان محمد صاحب ہمیشہ مولانا کی آمد پر دربان کی "ڈیوٹی" اپنے ذمہ لے لیا کرتے... ایک روز خان صاحب نے اجازت لی کہ میں ابھی کھانا کھا کر آتا ہوں۔ اور چند منٹ میں واپس آ گئے۔ مولانا نے دریافت کیا: "آپ کھانا کھا آئے؟"

خان صاحب نے کہا: "جی ہاں۔"

فرمانے لگے: "کیا آپ نے کوئی کھڑکی رکھی ہوئی ہے جس میں سے کھانا اندر ڈال دیتے ہیں؟"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۰)

انڈا توڑنے کی تدبیر

(ابوالوفا حجازی)

ایک روز راقم الحروف صبح ناشتے کے لیے انڈوں کے چھلکے اتار رہا تھا۔ مولانا فرمانے لگے:

"ارے بھائی! انڈا توڑنے سے پہلے تکبیر بھی پڑھی ہے کہ نہیں؟ کیا ہمیں حرام انڈے کھلانے کا ارادہ ہے؟"

میں نے عرض کیا: "مولانا! انڈا توڑنے کی تکبیر مجھے تو آتی نہیں۔ آپ ہی بتا دیجیے۔"

مولانا نے تکبیر سنائی۔ پہلے الفاظ تو حافظہ سے محو ہو گئے۔ آخری الفاظ یہ تھے:

"نہ مادہ نہ نر، اللہ اکبر"
دسترخوان پر موجود سارے دوست بہت محظوظ ہوئے۔

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۱۲)

ڈینٹسٹ

(راوی: محمد یوسف۔ تحریر: عبدالغنی فاروق)

مخالفین کے اوچھے ہتھکنڈوں کا ذکر آیا تو ایک صاحب نے کہا:
"مولانا! آپ ان لوگوں کو دندان شکن جواب کیوں نہیں دیتے؟"
مولانا نے جواب دیا: "میرے بھائی! میں ڈینٹسٹ نہیں ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"
اور حاضرین کے دانت نظر آنے لگے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۱۹)

آپ صبر کی حد کر دیں

(راوی: ارشد فارانی۔ تحریر: سید نظر زیدی)

ہم لوگ ایک وفد کی صورت میں شیخوپورہ سے لاہور آئے۔ ان دنوں مولانا غوث ہزاروی صاحب مولانا کے بارے میں بہت تیز گفتاری سے کام لے رہے تھے اور یہ بات ہم لوگوں کو سخت ناگوار تھی۔ اکثر مشورہ کرتے تھے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ چنانچہ اس ملاقات کے دوران میں ہم نے مولانا سے اجازت مانگی کہ ہزاروی صاحب کو انہی کے انداز میں جواب دیا جائے۔ اس گفتگو کے دوران میں ہمارے ایک ساتھی نے غالباً تین بار یہ جملہ کہا:
"مولانا! انھوں نے تو زیادتی کی حد کر دی ہے۔"
"مولانا کا جواب تھا: "بھائی! آپ صبر کی حد کر دیں!"

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۵)

شکریہ کا خط

(حاجی شیخ صغیر احمد)

ایک مرتبہ مولانا نے عصر کے بعد کی محفل میں اخلاق حسین صاحب سے جو اس وقت اسلامک پبلیکیشنز

کے ڈائریکٹر تھے۔ دریافت کیا: "آپ کی شائع کردہ کتب میں آج کل سب سے زیادہ مانگ کونسی کتاب کی ہے؟"

اخلاق حسین صاحب نے کہا: "اس وقت سب سے زیادہ 'خلافت و ملوکیت' فروخت ہو رہی ہے؟"

مولانا نے فرمایا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب اس کتاب کی تشہیر کر رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ ان کو شکریہ کا ایک خط تحریر کر دیں۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر ۱۹۷۹ء)

مولوی تے کھیر

(ارشد کیانی)

عبداللہ شاکر صاحب "جماعت" کے معروف شعرا میں سے ہیں۔ پنجابی میں شعر کہتے ہیں طنز و مزاح ان کے کلام کی نمایاں خوبی ہے۔ مرکز جماعت میں ایک جلسے میں اپنی نظم پڑھ رہے تھے ایک مصرعہ یوں تھا:

"رِدھی کھیر تے ہو گیا دلیا"

اس پر سامعین میں ایک زوردار قہقہہ پڑا۔ کسی صاحب نے جو مولانا کے قریب بیٹھے تھے پوچھا: "مولانا! پنجابی سمجھ میں آ رہی ہے؟"

بولے: "مولوی ہوں اور کچھ سمجھ میں آئے نہ آئے، کھیر تو خوب سمجھتا ہوں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۲۳۳، ۲۳۴)

جرمانے کے طور پر

سوال: "لوگ آئے دن آپ پر طرح طرح کے الزامات لگاتے رہتے ہیں... کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ان کے الزامات کو عدالت میں چیلنج کر کے انھیں بے نقاب کر دیں اور آئندہ کبھی انھیں آپ کے خلاف الزام تراشی کی جرأت نہ ہو۔"

جواب: "میرے پاس کہاں اتنا وقت ہے کہ ان لوگوں کے الزامات کو عدالت میں چیلنج

کرتا پھروں۔ میں نے تو یہ مقدمہ ایک اور عدالت کے لئے اٹھا رکھا ہے، جہاں پورا کیس تیار ہو رہا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس طرح سے میں بہت بڑی کمائی کر لوں گا۔ اور ان لوگوں سے جرمانے کے طور پر وہ تمام نمازیں اور روزے دھروالوں گا جو وہ دنیا میں ادا کرتے رہے ہیں۔"

(تصریحات مرتب سلیم منصور خالد صفحہ ۱۲۲)

مرد بنو!

سوال: "امریکہ کے ناپاک عزائم پر بھی آپ نے کھل کر اظہار خیال نہیں کیا، کیا وجہ ہے؟"

جواب: "کیا وجہ ہے؟ کا جواب تو میں اس وقت دوں جبکہ میں نے واقعی امریکہ کے ناپاک عزائم پر اظہار خیال نہ کیا ہو۔۔۔ ہمارے ہاں اس وقت صورتحال یہ ہے کہ جو لوگ اشتراکیت کے حامی ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم روس اور چین کا قصیدہ گائیں اور دوسری طرف جو لوگ سرمایہ داری نظام کے حامی ہیں۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم اندر سے اشتراکی نظام کے طرفدار ہیں۔ دراصل یہ حضرات سمجھتے ہیں کہ پاکستان ایک عورت کا نام ہے۔ جسے لازماً ایک شوہر ملنا چاہیئے۔ اگر امریکہ سے طلاق مل گئی ہے تو اب ضرور اس کا نکاح کسی اشتراکی ملک سے پڑھا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ بھائی مرد بنو۔ کب تک اپنے آپ کو دوسروں کے نکاح میں دیتے رہو گے۔"

(تصریحات مرتب سلیم منصور خالد صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

عملی مخالفت

(ارشد کیانی)

ادارہ بتول والے صابر قریشی صاحب کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ انھوں نے بہتیرے علاج آزمائے۔ بالآخر ڈاکٹر یعقوب ہومیو کی طرف رجوع کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوا دی۔ خدا کا فضل ہوا۔ اللہ نے صابر صاحب کو بچے سے نوازا۔ صابر صاحب نے اس بات کا تذکرہ مولانا سے کیا۔ ایک دن ڈاکٹر صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو مولانا نے فرمایا:

"میں تو تحریری طور پر خاندانی منصوبہ بندی کی مخالفت کرتا ہوں۔ آپ نے عملاً شروع

کردی ہے ۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صہ ۳۲)

دین کا پنیر

کسی نشست میں مشرقی پاکستان کے مشہور بنگالی لیڈر جناب پنیر الدین کا ذکر آیا تو مولانا نے کہا: "یہ بنگالی بھی بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ دین کا بھی پنیر نکال لیتے ہیں۔"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صہ ۱۳۱)

یہ گالیاں آپ کے نام ہیں!

(مجیب بٹ)

یہ ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔ علماء کے مختلف حلقوں کی جانب سے مولانا پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ایک روز گوجرانوالہ کے دو علماء لاہور آئے۔ "تجدید و احیائے دین" کے حوالے سے بات چل نکلی تو مولانا نے فرمایا: "علماء اور دیگر لوگ اس کتاب کی جن باتوں پر معترض ہیں وہ دراصل شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف "تفہیمات الٰہیہ" سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ مجھے جتنی گالیاں بھی اب تک پڑ چکی ہیں وہ میں جمع کرتا جا رہا ہوں۔ قیامت میں شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی تو ان کے حوالے کرتے ہوئے کہوں گا کہ یہ ہیں آپ کے نام، مگر غلط پتے پر آگئی تھیں!"

مولانا نے یہ بات اتنے بے ساختہ انداز میں کہی کہ ساری محفل کھلکھلا کر ہنس پڑی

(ہفت روزہ بادبان لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۷۰ء صہ ۸)

عمر نوح حاصل کرنے کا نسخہ

(راوی: حافظ نور احمد۔ تحریر: سید ظفر حسین)

میں نے ۱۹۷۰ء میں عامر مشتاق ایڈیٹر "تجلی" کو خط لکھا کہ ایک نوجوان مولانا صاحب کو قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا لیکن خدا نے انھیں محفوظ رکھا۔ عامر مشتاق نے جواب دیا کہ آپ فکر نہ کریں۔ جب تک وہ "والناس" تک نہیں پہنچ جاتے کوئی طاقت ان کے ہاتھ بے جان نہیں کر سکتی پھر جب مولانا نے تفہیم القرآن کی پانچوں جلدیں مکمل کر لیں تو میں نے پھر خط لکھا کہ مولانا نے پانچ جلدیں مکمل کر لی ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مولانا کو رائے دوں کہ وہ "تفہیم" جلدی ختم نہ کریں۔ جواب

مثبت ملنے پر میں نے مولانا کو مشورہ دیا۔ اس خط میں بتایا گیا تھا کہ میں نے سابقہ خط میں جو رائے لکھی تھی وہ ایک خواب پر مبنی تھی۔ خدا گناہ گاروں کو بھی سچے خواب دکھا دیا کرتا ہے۔ مولانا نے خط دیکھا اور ہنس کر بولے:

"عامر صاحب نے تو ایسی بات بتا دی ہے کہ میں عمر نوح حاصل کر سکتا ہوں۔"

(ہفت روزہ پس پردہ لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۴)

مِس کے معنی

(عبدالقادر حسن)

ایک بار ایک صاحب نے دریافت کیا: "مولانا! مس (MISS) (دوشیزہ) کسے کہتے ہیں؟" مولانا کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھی، کہنے لگے: "پہلے تو مس اسے کہتے تھے جس کو کسی نے مَس (چھوا) نہ کیا ہو۔ لیکن اب مِس اسے کہتے ہیں جس نے کسی کو مِس (چھوڑا) نہ کیا ہو۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ذات گرامی نمبر ۲۲ دسمبر ۱۹۷۰ء)

"نیکو ملہی"

(ارشد کیانی)

راجہ اشرف صاحب، اسلامیہ کالج بد وملہی کے پرنسپل تھے۔ لاہور آتے تو مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ مولانا سے درخواست کی کہ بد وملہی چلیئے، آپ کو سیر کرائیں۔

مولانا نے مسکرا کر فرمایا:

"سیر کے لئے جانا ہے تو بد وملہی کیوں جائیں، نیکو ملہی کیوں نہ جائیں؟"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۳)

اللہ کا خاص کرم

(راوی: نسیم حجازی تحریر: عبدالغنی فاروق)

مولانا بڑے شگفتہ کلام تھے۔ باتوں باتوں میں مزاح کی پھلجھڑیاں چھوڑتے جاتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: "مجھ پر اللہ کا یہ خاص کرم ہے کہ میرے چہرے سے آپ کو میری تکلیف کا کبھی اندازہ نہیں ہوگا یکم بخت، مجھے بھی دھوکا دے جاتا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۷)

اور مخلوق بھی ہے

(شیخ صادق حسین)

ایک مرتبہ کھانے کی ایک نشست میں مولانا کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے جب انھوں نے کھاتے کھاتے ہڈی کو دانتوں میں دبا کر زور سے توڑا تو مولانا نے ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی اور مخلوق بھی ہے کچھ ان کے لئے بھی چھوڑ دیجئے"۔

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ ۹)

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(فضل من اللہ)

ایک بیمہ کمپنی نے اپنے اشتہار میں طغریٰ چھاپا، مجھے اچھا لگا۔ میں نے مرعوب سے لہجے میں کہا "مولانا! دیکھئے بیمہ کمپنی کے اشتہار میں طغریٰ: "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ"۔
آپ نے فی البدیہہ جواب دیا: "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ"
بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کے بارے میں یہ فی البدیہہ جواب آپ کے ذہن کی کتنی عمدہ عکاسی کرتا ہے۔

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر اپریل مئی ۱۹۸۰ء صفحہ ۴۹۴)

یہ کم بخت سواری

(سید اسعد گیلانی)

کوئی صاحب موٹر سائیکل پر سوار پھٹ پھٹ کرتے مرکز کی عمارت کے سامنے سے سڑک پر گزرے۔ موٹر سائیکل کی شدید اور تکلیف دہ پھٹ پھٹ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مولانا نے فرمایا: "یہ کم بخت سواری ایک آدمی کو اٹھاتی ہے اور ظاہر یہ کرتی ہے کہ جیسے ساری دنیا کو اٹھائے چلی جا رہی ہے"۔

(سید مودودی (بچپن، جوانی، بڑھاپا) صفحہ نمبر ۲۱۰)

دعائے خیر

(ڈاکٹر محمود فیضانی)

ایک دفعہ فرمانے لگے: "انگریزوں نے جب بھی ہمارے کھانے کھائے ذائقہ بگاڑ کر کھائے،

اب دیکھیں پلاؤ کا اپنا ایک ذائقہ ہے۔ انگریز اس پر سالن ڈال کر کھانے لگے جسے وہ کری (CURRY) کہتے ہیں۔"

اس پر ایک صاحب بول اٹھے! "مولانا! اب تو لوگ اس پر دہی کا رائتہ اور رنجانے کیا کیا ڈال کر کھاتے ہیں اور ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو اس پر پالک کا ساگ ڈال کر کھاتے ہیں۔"

ان لوگوں کے لئے تو صرف دعائے خیر ہی کر سکتا ہوں۔" مولانا نے جواب دیا۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۴ اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۵)

بحوالہ ماہنامہ "اذان" برنگھم

ٹبر

(راوی: محمد یوسف خاں۔ تحریر: فضل عظیم)

محمد یوسف خاں صاحب کی دو بیویاں ہیں۔ ان کی دوسری شادی محترمہ مریم جمیلہ سے ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ ۔۔۔ مرتب

جب کبھی ہم سب اکٹھے ہو کر مولانا محترم کے ہاں جاتے تو مولانا ہم سب کو اکٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے اور ایسے موقع پر ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: "لو بھئی! خاں صاحب کے "ٹبر" آ گئے ہیں!" مولانا پیار سے "ٹبر" ہی کہتے ہیں۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۹۸)

حق اور فرض

۱۶ر جون ۱۹۷۰ء کو کراچی میں مولانا مودودی نے اسلامی جمعیت طلبا کی سوال و جواب کی ایک نشست میں شرکت فرمائی۔ نوجوانوں کے سوالوں کا جواب دینے سے پہلے آپ نے شگفتہ لہجے میں فرمایا: مرتب

"عزیز نوجوانو! میں آپ کے سوالات کے جوابات دینے سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابھی آپ کے محترم رفیق نے آپ سے یہ کہا تھا کہ اس شخص سے اپنا پورا پورا حق وصول کرو۔ بلاشبہ آپ کا مجھ پر حق ہے لیکن آپ کو اپنا فرض بھی تو یاد رکھنا چاہیئے۔ آپ کو یہ بات بھی ذہن میں

رکھنی چاہئے۔ کہ آپ ایک بیمار آدمی سے اپنا حق وصول کر رہے ہیں۔"

(تصریحات مرتب سلیم منصور خالد صفحہ نمبر۱۴۶)

"دچوں خراب اے"

(محمد ممتاز)

ایک مجلس میں ایک سوال کے جواب میں مولانا محترم نے شرکا مجلس کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا "آپ لوگ میری کتابیں اپنے مطالعہ میں رکھیں اور جہاں علما، غلط حوالے دیں، وہاں آپ لوگوں کو میری کتابوں سے اصل تحریر دکھائیں اور ان لوگوں کو بھی یہ کتب مطالعے کے لئے دیں جو ان علمار کے بہکانے پر میرے خلاف ہو جاتے ہیں۔"

سید صاحب نے یہاں تک بات مکمل کی تو ایک صاحب جو عمر رسیدہ تھے۔ ملی جلی اردو پنجابی میں بولے: "جناب! ہم تو آپ کی کتابیں ٹائٹل پھاڑ کر انھیں دیتے ہیں تاکہ آپ کا نام انھیں معلوم نہ ہو اور مطالعے کے بعد وہ کتاب کی تعریف بھی بہت کرتے ہیں۔ پھر جب انھیں بتایا جاتا ہے کہ یہ انہی مودودی صاحب کی کتاب تھی جن کو آپ گمراہ، منافق اور نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ:

مودودی کتاباں تے ٹھیک لکھدا اے پر دچوں خراب اے" (یعنی مودودی کتابیں تو ٹھیک لکھتا ہے مگر اندر سے برا ہے)

اس بات پر محفل میں ایک زوردار ہنسی اُبھری۔ خود سید صاحب جو عموماً مسکرانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس وقت ذرا کھل کر ہنسے۔ وہ "دچوں" کا مطلب بخوبی سمجھ گئے اور ہنستے ہنستے ان صاحب سے کہا: "آپ انھیں کہیں کہ غائب کا حال تو صرف خدا ہی جانتا ہے اور مسلمان کا تو کام ہی غائب پر ایمان لانا ہے۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲ر فروری ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۵)

تاخیر

۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو اہل شادباغ (لاہور) نے مولانا محترم کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ مولانا اس تقریب میں ذرا دیر سے پہنچے۔ اس لئے جیسے ہی آپ کرسی پر تشریف فرما ہوئے تو آپ کو سب سے

پہلے اس سوال کا سامنا کرنا پڑا کہ آپ نے اپنی آمد میں بڑی دیر لگائی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جماعت اسلامی برسرِ اقتدار آنے کے بعد اپنے منشور کو عملی جامہ پہنانے میں بھی اسی تاخیر کا مظاہرہ کرے؟ سوال دلچسپ تھا اور جواب اس سے زیادہ دلچسپ اور حقیقت افروز۔

مولانا محترم نے فرمایا: "مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ مجھ سے مواخذہ ہوگا۔ میرا یہ خدشہ درست ثابت ہوا۔ مجھے لاہور میں رہتے ہوئے ۲۶ سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے لیکن اسے میری نااہلی سمجھ لیجیے کہ میں لاہور کے جغرافیہ سے ناواقف ہوں۔ چنانچہ میں پروگرام کے مطابق ۴ بجے نماز عصر پڑھنے کے بعد روانہ ہوگیا لیکن یہ اندازہ نہ تھا کہ کتنے فاصلے پر جانا ہوگا اور راستے میں کس قسم کے ٹریفک سے سابقہ پیش آئے گا۔ بہرکیف میں اطمینان دلاتا ہوں کہ جماعت اسلامی کے منشور کو عملی جامہ پہنانا تنہا میرا کام نہیں ہے۔ پوری جماعت یہ خدمت انجام دے گی لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب جماعت اسلامی کو اس پوزیشن میں لانے میں آپ کی طرف سے تاخیر نہ ہو۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۸ر نومبر ۱۹۷۰ء ص)

ٹھاہ

(محمد اکرم رانجھا ایڈوکیٹ)

جس دن "مساوات" ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے نتائج پر مسرت کے مارے پھٹ پڑا تھا اور سرخی جمائی تھی: "مودودی ٹھاہ۔ سوشلزم آ"۔ مودودی صاحب نے ٹھنڈی، مگر بھرپور مسکراہٹ سے فرمایا:

"مسلمانوں کی سرزمین ہے، اس لئے مجھے ٹھاہ کا نشانہ بنایا گیا ہے، حالانکہ درحقیقت لکھنے والا چاہتا یہ ہے کہ اسلام کو 'معاذ اللہ' ٹھاہ لکھے۔"

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور نومبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۴۸، ۴۸)

قیمتی بندوق کی "خوبی"

(راوی: مولانا سلامت اللہ۔ تحریر: صابر کلوروی)

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد حالات کچھ بگڑ گئے تھے۔ مرکز کے لئے صوبہ سرحد سے کچھ بندوقیں خریدی گئیں۔ ان کے لئے لائسنس اور پرمٹ بنا کر میں اور غلام عباس صاحب بذریعہ اسپیشل

گاڑی مرکز میں گئے۔ مولانا کو ہماری اطلاع ہوئی، تو ہمیں اندر بلایا۔ غلام عباس صاحب اسلحے میں ماہر ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اس کی اتنی قیمت ہے، اس کی اتنی قیمت ہے۔ یہ سستی ہے، یہ زیادہ قیمت کی ہے۔ مولانا نے خوش مزاجی سے فرمایا، جس کی زیادہ قیمت ہے، وہ کیا زیادہ لوگوں کو مار سکتی ہے؟"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۸۰)

صوبہ سرحد اور مرغیاں

(راوی: صاحبزادہ صفی اللہ تحریر: صابر کلوروی)

ایک محفل میں ہم کھانے پر بیٹھے تھے۔ لاہور میں مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ لاہور ہی کے کسی صاحب نے اراکین مجلس کی دعوت کی تھی۔ مولانا بھی تشریف فرما تھے۔ میں مولانا کے پاس بیٹھ گیا۔ کھانے میں مرغ پکا تھا۔ میں ہڈیوں سے بوٹیاں الگ کر کے مولانا کے سامنے رکھ رہا تھا۔ مولانا نے خالی ڈھانچے کو دیکھ کر فرمایا:

"آپ نے اس کے پرخچے اڑا دیے۔"

پھر فرمایا: "صوبہ سرحد میں آپ لوگوں کا یہ معمول ہے کہ جب آپ مہمان کو دیکھتے ہیں تو سارا غصہ مرغیوں پر نکالتے ہیں۔"

پھر سردار علی خاں صاحب کے مکان کی بات کی کہ میں وہاں گیا، تو سردار صاحب نے بہت سے مرغ ذبح کر رکھے تھے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۸۰)

استاد اور طائفہ

(راوی: بریگیڈیر (ریٹائرڈ) نثار احمد قریشی تحریر: فاروق)

۱۹۷۱-۷۲ء میں خرابیِ صحت کی وجہ سے مولانا بار بار ارکانِ جماعت سے کہہ رہے تھے کہ مجھے امارت کی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیں۔ شوریٰ کے ایک اجلاس میں کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ نئی نوجوان قیادت کو متعارف کرانے کے لئے مولانا چند حضرات کو ساتھ لیں اور ملک بھر کا دورہ کریں۔ اس پر مولانا نے برجستہ فرمایا: "گویا استاد اپنا طائفہ لے کر چل پڑے۔"

ساری محفل کشتِ زعفران بن گئی اور بات آئی گئی ہوگئی۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۰۲۳۱)

ماء اور مائیاں

(افضل من اللہ)

حضرت مولانا رعایتِ لفظی سے کام لے کر بھی مزاح پیدا کرتے تھے۔ ایک بار سید مراد علی شاہ صاحب بخاری مجلس میں موجود تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں یہ ایبٹ آباد (یا ہزارہ) میں مقیم تھے۔ کبھی کبھار حضرت مولانا کے ہاں حاضری دیتے۔ مولانا انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ ان سے پوچھنے لگے۔ "پانی کا کیا بندوبست ہے؟"

"مائیاں دے جاتی ہیں"

"مائیاں۔ خوب۔ ماء (پانی) سے مائیاں بھی خوب رہا"

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر اپریل مئی ۱۹۸۰ء صفحہ ۴۹۱)

دہلی اور لاہور

(افضل من اللہ)

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا: "مولانا! دہلی کو مسلمان اس قدر مقدس سا کیوں سمجھتے ہیں؟"

مولانا نے جواباً کہا: "برسوں تک اسلامی حکومتوں کا مرکز رہنے کے باعث دہلی اسلامی تہذیب کی علامت بن گئی تھی۔ بڑے تو بڑے بچوں کے لہجہ میں انتہائی شائستگی ہوتی تھی۔ مثلاً ایک بار ایک گلی میں سے گزرا تو ایک جگہ پرنالے سے پیشاب ٹپک رہا تھا۔ ایک بچے نے کہا: صاحب! ذرا احتیاط سے، ادھر موتیا کھل رہا ہے۔ دہلی میں صبح صبح جو آوازیں آتیں وہ بھی حسبِ حال ہوتیں مثلاً نہاری والے کی آواز"

پھر لوپچھ روڈ (لاہور) کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے: "وہاں صبح صبح دو آوازیں سننے میں آتی تھیں، اُپلے بیچنے والی کی آواز: گوئے لے لوگوئے، یا پھر قلعی کرالو بھانڈے"

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر
اپریل مئی ۱۹۸۰ء صفحہ ۴۸۹)

خیریت نامہ

(راوی: محمد نواز خاں تحریر: فاروق)

میں جب اچھرے میں رہتا تھا۔ تو میرے پاس ایک کار تھی۔ اس کار کا سائیلنسر کہیں گر گیا اور وہ بے تحاشا شور کرتی۔ سوء اتفاق کہ مالی مجبوریوں کی وجہ سے میں کئی دنوں تک نیا سائیلنسر نہ لے سکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کبھی عصر کے بعد میں کار پر وہاں سے گزرتا تو مولانا دریافت فرماتے: "نواز صاحب کا ہوائی جہاز جا رہا ہے؟"

ایک روز رفقاء نے کہا:

"مولانا! نواز خاں کو مشورہ دینا چاہیے کہ وہ کار کی مرمت کرائیں تاکہ شور کا یہ سلسلہ بند ہو"

تو فوراً فرمایا: "نہ بھئی نہ! ایسا مت کرنا۔ اس سے تو مجھے ان کی خیریت کا پتہ چلتا رہتا ہے"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۰)

جنت کی نہریں

(مولانا عبدالرشید ارشد)

ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا: "مولانا! قرآن پاک میں آتا ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ تجری من تحتہا الانھار یعنی وہ ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ بھلا باغ کے نیچے سے نہریں کیسے جاری ہوں گی؟"

مولانا نے بے ساختہ فرمایا:

اچھا! کیا آپ نے کبھی ایسا باغ بھی دیکھا ہے جس کے اوپر سے نہریں جاری ہوں۔"

پوری محفل اس جوابی سوال سے بہت لطف اندوز ہوئی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۳۱ سال کے بعد جب مولانا مودودی جماعت اسلامی کی امارت سے ریٹائر ہوئے اور میاں طفیل محمد صاحب نئے امیر منتخب ہوئے تو مولانا موصوف نے ۴ نومبر ۱۹۷۲ء کو اپنی الوداعی تقریر میں میاں صاحب کے انتخاب پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: مرتب

"جیسا کہ آپ کو معلوم ہے جماعت اسلامی جس وقت قائم کی گئی تھی، میاں طفیل محمد صاحب اس وقت جماعت میں شامل ہو گئے تھے. لیکن ۱۹۴۴ء سے آج تک مسلسل یہ میرے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ جماعت نے انھیں اکثریت کے ساتھ منتخب کر لیا. جس وقت یہ اطلاع آئی کہ یہ منتخب ہو گئے ہیں۔ تو سب سے پہلے مجھے اس سے آگاہ کیا گیا۔ میں نے از کام پر میاں طفیل صاحب سے کہا کہ آپ امیر منتخب ہو گئے ہیں تو انھوں نے جواب دیا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، میں نے کہا کہ آپ کا یہی کام ہے کہ آپ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہیں اور میرا کام یہ ہے کہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن کہوں۔"

عید کے تین خطبے

(امیر حسین)

میں نے جاننا چاہا کہ ایوب خاں کے دور میں حکومت نے جمعہ کے بجائے جمعرات کو عید منانے کا فیصلہ کس بناء پر کیا؟ مولانا میرے اس سوال پر مسکرا دیئے، فرمایا:

"فیصلہ اس بناء پر کیا گیا تھا کہ صدر ایوب صاحب کو بعض حضرات نے یقین دلایا کہ ایک دن میں دو خطبے راج پر بھاری ہوتے ہیں... راج آنی جانی چیز ہے اور آخر وہ گیا لیکن اس کو بچانے کے لئے جو تدبیر کی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کے بجائے تین خطبے عید پر ہوئے۔ ایک جمعرات کو دو جمعہ کو۔"

(ہفت روزہ بیان کراچی ۳۰ اپریل ۱۹۷۳ء)

آپ مجھے کیسے دبائیں گے؟

(صفدر علی چودھری)

غالباً ۱۹۷۳ء میں مولانا محترم کو دل کی شکایت ہوئی اور ڈاکٹروں نے ان کو تقریباً ایک ہفتے تک الگ تھلگ کمرے میں رکھا۔ ایک روز مولانا محترم نے مرکزی اسٹاف کو اپنے پاس بلایا۔ ڈاکٹروں نے ہمیں ہدایت کی کہ آپ لوگ مولانا سے ہرگز کوئی بات نہ کریں۔ ہم مولانا کے کمرے میں گئے اور ان کی چارپائی کے قریب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ ایک صاحب غالباً صاحبزادہ محمد ابراہیم صاحب آخر میں آئے تو جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مولانا محترم کی پائنتی بیٹھ گئے اور پاؤں کے قریب ہاتھ لے جا کر پوچھا: "مولانا! میں آپ کو دبا دوں؟"

سب لوگ مولانا کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ ڈاکٹروں نے ان کو بھی بولنے سے منع کر رکھا تھا۔ دفعتہً مولانا نے سوالیہ انداز میں فرمایا:

"مجھے تو کوئی بڑے سے بڑا آمر بھی نہیں دبا سکا۔ آپ کیسے دبائیں گے؟"

ہم لوگوں کا ہنس ہنس کر بُرا حال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی ہماری ملاقات بھی ختم ہوگئی۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۴ فروری ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۴)

ہفتہ گرفتہ

(عبد القادر حسن)

ایک بار مجھ سے فرمانے لگے کہ "افریشیا" میں ہفتہ بھر کی خبریں دیا کرو۔ انھوں نے کسی پُرانے اخبار کا نام بھی لیا جو ہفتہ رفتہ کے مستقل کالم کی وجہ سے ہی بکا کرتا تھا۔ مولانا نے جب مشورہ دیا ان دنوں بھٹو کی حکومت تھی اور پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی پکڑا جاتا تھا۔ مولانا نے مسکرا کر کہا:

"ہفتہ رفتہ کی جگہ اب کالم کا عنوان ہفتہ گرفتہ ہونا چاہیے۔"

(ہفت روزہ افریشیا لاہور رفات گرامی نمبر ۲۲ دسمبر ۱۹۸۰ء)

حنا اور بروٹ

(راوی جسٹس شمیم حسین قادری تحریر فضل عظیم)

ایک دن میں ان کے ہاں حاضر ہوا تو بہت اعلیٰ قسم کی حنا کی خوشبو آئی۔ میں نے مولانا سے کہا:

"یہ آپ کے کمرے میں حنا کی بڑی اچھی خوشبو پھیلی ہے۔"

فوراً کہنے لگے! "بھئی! ہم دیسی لوگ ہیں آپ انگریزی لوگ ہیں۔"

جواب بھی دے گئے اور مجھ پر چوٹ بھی کر گئے کہ میں نے بروٹ کی خوشبو لگا رکھی تھی جس کو انھوں نے بھانپ لیا تھا۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۵)

بابِ اجابت

(راوی: محمد صلاح الدین تحریر نسیم اطہر)

ایک مرتبہ مجھے بھٹو صاحب نے لاہور میں ملاقات کا وقت دیا۔ اس وقت "جسارت" بند

تھا۔ میں وہاں مولانا ہی کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس زمانے میں اسلامی سربراہ کانفرنس ہو رہی تھی بھٹو صاحب کے سکریٹری کا ٹیلی فون آیا کہ اب وہ بہت مصروف ہو گئے ہیں، آپ صبح مل لیجئے گا، کل صبح جب وقت آیا تو پھر ایک ٹیلی فون آ گیا کہ وہ بہت مصروف ہو گئے ہیں۔ آپ شام کے وقت مل لیجئے۔ جب دو ایک بار ایسا ہوا تو مولانا نے نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کہا:

"کہیئے، بابِ اجابت کھلا یا نہیں؟"

میں نے مولانا کے اس مزاحیہ فقرے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا:

"مولانا! ابھی تک انقباض کی کیفیت طاری ہے۔"

اس پر قریب کھڑے ہوئے تمام احباب مسکرا دیئے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱۳۶)

تنقیدی کتابیں کس لئے؟

(ارشد کیانی)

اپریل ۱۹۷۴ء کی بات ہے۔ روسی سفارت خانے کا فرسٹ سکریٹری سید مودودیؒ سے ان کی اقامت گاہ پر ملنے آیا۔ وہ اس شخصیت سے ملنا چاہتا تھا جس کے افکار "آہنی پردے" کو چیر کر دوسری طرف پہنچ رہے تھے۔ وہ سوال کر رہا تھا اور مولانا خندہ پیشانی سے جواب دے رہے تھے۔ آخر میں وہ کہنے لگا۔ "یو، ایس، ایس، آر آپ سے واقف ہے۔ ہمارے ملک میں آپ پر پانچ تنقیدی کتابیں لکھی گئی ہیں۔"

مولانا کے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ اُبھری، فرمایا:

"تنقیدی کتابیں کس لئے، جب اصل کتابیں وہاں جا نہیں سکتیں۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۴۰)

شوہر بن کر نہ رہے!

(ڈاکٹر اسرار اللہ حسینی)

ایک صاحب نے اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کے بارے میں سوال کیا، مولانا نے فرمایا "جائز ہے لیکن دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ عورت محصن ہو، دوسرے یہ کہ وہ شوہر بن کر نہ رہے۔"

"اس پر پوری مجلس کشتِ زعفران بن گئی۔ جواب میں حقیقت حکمت اور ظرافت سبھی کچھ تھا۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۵ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۱)

بائی بائی

(محمد یٰسین)

بچے ان کا پیار حاصل کرنے میں سبقت لے جاتے۔ میرا بڑا لڑکا جب بولنا سیکھ رہا تھا۔ تو مولانا تشریف لائے تھے۔ وہ "بائی بائی" کی رٹ لگائے رکھتا تھا۔ مولانا کو اس نے دیکھا تو انھیں بھی فوراً بائی بائی کہنے لگا۔ مولانا نے اس کا نام ہی یہ رکھ لیا۔ جب اسے دیکھتے "بائی بائی" کہہ کر اسے بلا لیتے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۸)

عالم بالا اور عورت

(محمد یٰسین)

افریقہ سے ایک صاحب تشریف لائے جن کو مسلمان ہوئے چند ہی برس گزرے تھے اور مولانا کی کتب کے انگریزی تراجم ان کی نظر سے گزر چکے تھے۔ انگریزی میں گفتگو ہو رہی تھی۔ انھوں نے HEAVENS (عالم بالا) کے بارے میں کوئی سوال کیا۔ مولانا نے جواب دے دیا تو انھوں نے دوسرا سوال عورت کے مقام کے متعلق کیا۔ اس پر مولانا بولے :-

NOW YOU HAVE DECENDEND FROM HEAVENS

(ترجمہ :۔ اب آپ عالم بالا سے اتر آئے" (مرتب)

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۳۰)

تاریخ اور جغرافیہ

(عبدالرحمٰن بزمی)

نیروبی کے مسلمانوں کی دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت مولانا مشرقی افریقہ تشریف لائیں مولانا مرحوم کو سب سے پہلے ۱۹۵۸ء میں موصوف کے پہلے حج کے موقعہ پر مشرقی افریقہ مدعو کیا گیا لیکن حج کے بعد بوجہ علالت وہ مشرقی افریقہ کا دورہ نہ کر سکے۔ اسکے بعد وقتاً فوقتاً

دورۂ مشرقی افریقہ کا پروگرام بنتا رہا، لیکن ایوب خاں کے دور میں ان کا پاسپورٹ ضبط کرکے انھیں حقِ سفر سے محروم کردیا گیا۔

۱۹۶۳ء میں خاکسار کو نیروبی سے ترکِ اقامت کرکے برطانیہ آنا پڑا۔ ۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا اپنے سفرِ امریکہ سے واپسی پر چند دن لندن میں قیام پذیر ہوئے تو نیروبی کے رفقائے کرام کی دیرینہ خواہش تازہ ہوئی۔ اور انھوں نے میرے نام ایک تار روانہ کیا کہ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر انھیں مشرقی افریقہ تشریف لانے پر آمادہ کروں۔ اس تجدیدی دعوت نامے میں یہ بھی درج تھا کہ ہم لوگ اتنے عرصے سے حضرت مولانا کو مدعو کررہے ہیں۔ لیکن مختلف رکاوٹوں کی وجہ سے وہ اب تک ہمارے ہاں تشریف نہیں لاسکے۔ اب ہماری شدید آرزو ہے کہ وہ نیروبی سے ہوتے ہوئے (VIA NAIROBI) واپس پاکستان جائیں "تاکہ مشرقی افریقہ کے مسلمان ان کی دید سے مشرف ہوسکیں۔

میں نے نیروبی سے آیا ہوا تار ان کی خدمت میں پیش کردیا۔ مولانا نے تار لیا اور اس کی عبارت کو ذرا اونچی آواز میں پڑھا۔ VIA NAIROBI کے الفاظ پڑھتے ہوئے مولانا متبسم ہوئے اور برجستہ فرمایا: "اس ٹیلی گرام کی ہسٹری تو درست ہے کہ مجھے اتنے عرصے سے وہاں مدعو کیا جارہا ہے اور میں جا نہیں سکا۔ لیکن یہ جغرافیہ میری سمجھ میں آرہا!' ایا نیروبی، کچھ اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ جیسے لندن سے پاکستان جاتے ہوئے نیروبی راستے ہی میں پڑتا ہو!"

مولانا کے اس شگفتہ اور برجستہ تبصرے سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے اور مولانا کے اپنے چہرے پر بھی بشاشت آگئی۔ (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۰)

مادہ پرست

(راوی: مولانا عبدالرشید ارشد تحریر عبدالغنی عثمان)

ایک مجلس میں برطانیہ میں اسلامی تحریک کی قبولیت اور مستقبل پر باتیں ہورہی تھیں اور بعض حضرات خوش فہمی میں برطانیہ میں اسلامی تحریک کے خوش آیند مستقبل کی امید دلا رہے تھے۔ میں نے کہا: مولانا! برطانیہ میں اسلام کی روحانی اور اخلاقی تحریک کہاں فروغ پاسکتی ہے وہ لوگ تو مادّہ پرست (MATERIAIST) ہیں!"

مولانا محترم نے فوراً جواب دیا۔

"جی ہاں! وہ مادّہ پرست ہیں اور ما۔ دّہ پرست (زن پرست) بھی۔"

ابن بطوطہ

۳ر نومبر ۱۹۷۴ء کو میاں طفیل محمد صاحب کم و بیش ڈھائی ماہ کے طویل عالمی دورے کے بعد واپس آئے تھے۔ ۵۔اے ذیلدار پارک میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنے کمرے سے باہر تشریف لاکر میاں صاحب کا خیر مقدم کیا۔ میاں صاحب کا سب سے پہلا سوال مولانا محترم کی صحت کے بارے میں تھا جس کا جواب دینے کے بعد مولانائے محترم نے میاں صاحب کے پاکستان سے برطانیہ اور امریکہ کے دور دراز شہروں سے لے کر کینیڈا کے شمالی علاقوں تک کے طویل دورے کو ایک شگفتہ جملے میں سمیٹ دیا۔ "آپ نے تو ابن بطوطہ کو بھی مات کر دیا۔"

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ ۳۴۸)

پیر اور مرید

(عبدالغنی عثمان)

۲۲ر دسمبر ۱۹۷۴ء کی ایک خوشگوار شام تھی۔ ۵۔اے ذیلدار پارک میں سید مودودی کی حسین محفل سجی ہوئی تھی۔ سید محترم مصروفِ گفتگو تھے۔ اور شرکاء مجلس ہمہ تن گوش تھے کہ اتنے میں پیر محمد اشرف صاحب باہر سے تشریف لائے اور سلام کئے بغیر تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے قریب سے گزر گئے۔ مولانا نے جب انھیں یوں جاتے دیکھا تو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مسکراتے ہوئے بہ آواز بلند کہا: "پیر صاحب! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بھئی! آپ کے مرید تو ادھر بیٹھے ہیں۔"

پیر صاحب یہ سُن کر شرمندہ سے ہو گئے۔ فوراً پلٹے اور "مرید" کے قدموں میں آکر بیٹھ گئے مولانا کے اس شستہ مذاق سے حاضرین خاصے محظوظ ہوئے اور محفل میں جا بجا ہنسی کے پھول کھل گئے

رُوح کا تعلق

(راوی: جسٹس شمیم حسین قادری بتحریر: افضل عظیم)

ایک بار میں نے مولانا سے حیات بعدالموت کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا "یہ تو بڑی واضح بات ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے اور دراصل ہماری موجودہ زندگی تو اس اصل زندگی کے لئے ہی ہے۔"

پھر میں نے پوچھا: "موت کے بعد انسان کا دنیا سے ربط ظاہری طور پر تو کٹ جاتا ہے لیکن فی الحقیقت قائم تو رہتا ہو گا؟"

فرمانے لگے: "ہاں ربط تو قائم رہتا ہے کہ روح تو موجود رہتی ہے۔ روح کا تعلق تو موجود رہتا ہے۔"

مولانا میں تفنن طبع کا مظاہرہ تو سب نے دیکھا ہے۔ چنانچہ مسکرا کر کہنے لگے:

"دیکھیے نا، اگر کسی کو ماں کی گالی دی جائے اور وہ مر چکی ہو تو اسے غصہ تو آئے گا اور اگر ماں کے بارے میں کلمۂ خیر کہا جائے تو شکر گزار ہو گا۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

میں کولا نہیں پیتا!

(روایت: میاں محمد اویس)

ایک دعوت میں... میں نے مولانا سے پوچھا۔

"مولانا! آپ کوکا کولا پئیں گے یا سیون اَپ؟"

فرمانے لگے! "بھئی! میں تو سیون اَپ پیوں گا، کولا میں نہیں پیتا۔ ہماری حیدر آبادی زبان میں کولا گیدڑ کو کہتے ہیں۔"

ان کا پسندیدہ مشروب سیون اَپ تھا۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص۱۵)

فالتو چیز

(عبدالقادر حسن)

ایک بار میں نے عرض کیا: "مولانا! آپ کے پاس جو فالتو قلم ہے وہ عنایت فرمادیں۔"

انھوں نے مسکرا کر فرمایا: "میں میز پر کوئی فالتو چیز اور دماغ میں کوئی فالتو خیال نہیں رکھتا۔"

(ہفت روزہ افریشیا لاہور وفات گرامی نمبر ۲۲ر دسمبر ۱۹۷۸ء)

چائے کی خوبی

(راوی: مولانا عبدالرشید ارشد تحریر: عبدالغنی عثمان)

سید محترم میٹھے کھانے نہایت رغبت سے کھاتے تھے۔ چائے میں تو خاص طور پر بہت تیز میٹھا استعمال کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں ان کی چائے کی پیالی میں چینی ڈال رہا تھا۔ جب چینی کے دو چمچے ڈال چکا تو میں نے مولانا سے پوچھا! "مولانا! بس یا اور چینی ڈالوں؟"

مولانا فوراً بولے! "ہاں، ہاں اور چینی ڈالیں۔ چائے اسی لئے تو پیتا ہوں کہ میٹھی ہوتی ہے ورنہ اس میں اور خوبی ہی کیا ہے!"

ایسی کوئی الجھن نہیں!

(راوی: میجر جنرل (ریٹائرڈ) نوابزادہ شیر علی خاں تحریر: فضل عظیم)

مولانا کی بیماری کے ایام میں مجھے لاہور سے باہر جانا پڑا اور جب چند روز بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انھوں نے میری غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ جواباً میں نے یہ شعر پڑھا:

"ہم بڑے ٹھہر گئے غیر کو اچھا جانا
قدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا"

مولانا کی طبیعت میں مزاح کا عنصر تھا۔ یہ شعر سُن کر وہ مسکرائے اور کہنے لگے: "جنرل صاحب میرے اور آپ کے رشتے میں تو ایسی کوئی الجھن نہیں، ہمارے رشتے کی کڑی تو کچھ اور ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۲۲)

خطوط کے پلندے

(عبدالغنی عثمان)

۱۹ر جنوری ۱۹۷۵ء کی عصری مجلس میں میاں طفیل محمد صاحب بھی سید محترم کے پاس تشریف فرما تھے۔ انہی دنوں میاں صاحب کو پہلی بار عراق میں ہونے والی ایک اسلامی کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے دعوت نامہ ملا۔ اس دعوت نامہ کا ذکر ہونے لگا۔ ایک صاحب گویا ہوئے: "میاں صاحب

ذرا بچ کر عراق جائیں، کوفیوں نے بھی امام حسین کو خط لکھ کر ہی بلایا تھا۔"

مولانا محترم یہ سن کر مسکرا دیے اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ارے بھئی! ایک خط نہیں آیا تھا۔ بلکہ انھوں نے تو امام حسین کو خطوط کے پلندے کے پلندے بھیجے تھے۔"

مولانا نے یہ فقرہ اس طرح ادا کیا گویا وہ میاں صاحب کو تسلی دے رہے ہوں، اس لئے سب لوگ ہنسنے لگے اور میاں صاحب، جو کافی دیر سے خاموش بیٹھے باتیں سُن رہے تھے ان کے چہرے پر بھی تبسم کے پھول کھل اُٹھے۔

کہو کتنے کا پڑھوں!

(عبدالغنی عثمان)

اسی محفل میں مولانا نے اپنے ابتدائی قیام لاہور (قبل از تقسیم) کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ بھی سنایا، فرمانے لگے: "تقسیم ملک سے پہلے جب میں اسلامیہ پارک میں رہتا تھا۔ ہمارے قریب ہی ایک امام صاحب رہتے تھے۔ نزدیک ہی ایک بڑا قبرستان تھا۔ ان امام صاحب کا یہ معمول تھا کہ قبرستان کی طرف نکل جاتے، اگر کسی قبر کے پاس دو چار عورتوں کو بیٹھے ہوئے دیکھتے تو فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے اور کہتے: رونے دھونے سے کیا فائدہ، قرآن پڑھو، قرآن! اگر خود نہیں پڑھ سکتیں تو مجھ سے پڑھوالو۔ کہو کتنے کا پڑھوں۔ چار آنے کا، آٹھ آنے کا یا:"

اس پر محفل میں ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا۔ مولانا نے زیرلب مسکراہٹ کے ساتھ استفہامیہ انداز اختیار کرتے ہوئے مزید فرمایا: "بتاؤ بھلا اس طرح قرآن پڑھنے کا ثواب کس کو ملا؟"

مردم شماری کا رجسٹر

دستخط حاصل کرنے کے لئے آٹوگراف بکس مولانا کے سامنے رکھی جا رہی ہیں۔ ایک نوجوان بہت زیادہ صفحات کی ایک موٹی سی آٹوگراف بک آگے بڑھاتے ہیں۔ مولانا دستخط کرتے ہوئے مسکرا کر کہہ رہے ہیں:

"یہ آٹوگراف بک تو مکمل ہونے پر مردم شماری کا رجسٹر بن جائے گی۔"

(۵- اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ ۸)

میں ان کا شکر گزار ہوں

ایک نوجوان نے کہا: "مولانا! جب ہم بعض عناصر کو آپ کے خلاف کھلم کھلا جھوٹ بولتے ہوئے اور دشنام طرازی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

فرمایا: "جس طرح میں ان کی باتوں پر صبر کرتا ہوں، آپ بھی صبر کریں۔ دراصل کچھ لوگ مسلسل میری نیکیوں میں اضافہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے یا آپ کو ان سے کوئی شکایت کیوں ہو؟"

(۵-اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ: منظر بیگ صفحہ [illegible])

سودا جو ترا حال ہے...

۱۰ اپریل ۱۹۷۵ء کو جناب عبدالقادر حسن اور جناب ضیاء الاسلام انصاری نے ریڈیو پاکستان کے لئے مولانا مودودی سے ان کی زندگی کے بارے میں ایک طویل انٹرویو لیا۔ ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔ مرتب

"مولانا! آپ کی تقریریں کافی حد تک غیر جذباتی ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود نوجوان آپ سے بہت زیادہ متاثر ہیں جبکہ ان کے جذبات بہت شدید ہوتے ہیں اور وہ ٹھوس تقریریں سننے یا علمی تحریریں پڑھنے کے زیادہ عادی نہیں ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے؟"

"اچھا ہوتا کہ آپ یہ سوال انہی سے کرتے کہ وہ کیوں متاثر ہیں۔ شاید سودا کے بقول یہ بات ہو کہ ؎

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ
کیا جانیے تو نے اسے کس آن میں دیکھا

(شعر کی زبان میں مولانا کا یہ جواب سن کر سب لوگ بے اختیار بیک زبان واہ واہ پکار اٹھے)

(ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور انٹرویو نمبر اکتوبر ۱۹۷۸ء صفحہ [illegible])

بچہ اور سزا

ایک عصری مجلس میں ایک مرحلے پر ایک سوال اور اس کا جواب حاضرین کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیر گیا۔ آٹھ نو سال کی عمر کے ایک بچے نے کھڑے ہو کر سوال کیا: "جناب عالی! کیا ماں باپ کو اپنے بچے کو مارنے کی اجازت ہے۔ اگر ہے تو کس حد تک؟"

مولانا نے فرمایا: "صرف اس حد تک کہ جس سے بچہ سیدھا رہ سکے۔"

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ ص۸۹)

اگر میں طالب علم ہوتا...

سوال:۔ "آپ طالب علم ہوتے تو آپ کس تنظیم میں شامل ہوتے؟"

جواب:۔ (مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا) "ایک مرتبہ سرسید مرحوم سے بھی ایسا ہی سوال کیا گیا تھا۔ ان سے کسی نے پوچھا، اگر آپ قرنِ اول میں ہوتے اور آپ کے سامنے خلافت کا مسئلہ پیش ہوتا تو آپ کس کے حق میں رائے دیتے؟ سرسید مرحوم نے کہا، میں کسی کے حق میں رائے دینے کے بجائے اپنے حق میں رائے دیتا۔ اسی طرح میں طالب علم ہوتا تو میں کسی تنظیم میں شامل ہونے کے بجائے اپنی الگ تنظیم کیوں نہ بنا لیتا۔"

(تصریحات مرتبہ سلیم منصور خالد صفحہ نمبر ۲۴۲،۲۴۳)

بدلہ

۲۵ مئی ۱۹۷۵ء کو اسلامی جمعیت طلبا کی تربیت گاہ کی اختتامی نشست میں مولانا سوالات کے جواب دے رہے تھے۔ آخری سوال مولانا کی صحت کے بارے میں تھا۔ مولانا نے مسکرا کر فرمایا "میں پچاس سال تک لگاتار محنت کرتا رہا ہوں۔ اب میری ہڈیاں مجھ سے اس کا بدلہ لے رہی ہیں۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور یکم جون ۱۹۷۵ء ص۱۴)

جب بچے جوان ہوجاتے ہیں....

مرکز جماعت کے دفاتر منصورہ میں منتقل ہونے کے بعد کی بات ہے۔ ایک نوجوان نے کہا:
"مولانا! جماعت کے مرکزی دفاتر ایک طویل مدت کے بعد آپ سے الگ ہوئے ہیں۔"

مولانا نے فرمایا: "طویل مدت کے بعد کیا معنی، یہ دفاتر تو پہلے دن سے میرے ساتھ تھے۔ ۱۹۴۱ء میں جماعت کے آغاز کے ساتھ ہی میری یہ ذمہ داریاں شروع ہوئیں۔ اب زندگی میں پہلی مرتبہ یہ دفاتر مجھ سے الگ ہوئے ہیں۔"

نوجوان نے کہا: "مولانا! اس موقعہ پر آپ کے تاثرات کیا ہیں؟"

اس سوال پر خاموشی کا ایک ہلکا سا وقفہ آیا، پھر مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "میرا تاثر کیا ہوگا۔ آخر جب بچے جوان ہوجاتے ہیں تو اپنے اپنے گھروں کو چلے ہی جاتے ہیں۔"

(۵-اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ نمبر ۱۹۰۱)

کتاب اور پان

(راوی: جسٹس شمیم حسین قادری تحریر: فضل عظیم)

مولانا مودودی ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود بھی پان کھاتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ مولانا سے دریافت کیا: "مولانا! ڈاکٹر نے آپ کو پان کھانے کی اجازت دے رکھی ہے؟"

فرمایا: "قادری صاحب! دیکھئے بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو علت کی نسبت میں آجاتی ہیں تو ہمارا یہی شوق ہے، وہ کتاب اور یہ پان۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۳)

ٹھنڈا حقہ

(روایت: طالب حسین (خادم خاص)

ایک موقع پر نوابزادہ نصراللہ خاں تشریف لائے۔ تو وہ حقہ بھی ساتھ لیتے آئے۔ ان کے آنے کے بعد میں نے کمرے میں جاکر مولانا سے پوچھا: "مولانا! نوابزادہ صاحب کے لیے ٹھنڈا

لاؤں یا گرم؟"

مولانا نے فرمایا: "بھئی! گرم حقہ تو پہلے ہی پی رہے ہیں، اب انھیں ٹھنڈا حقہ تو نہ پلائیں۔ ان کے لئے چائے ہی لے آئیں۔"

(مولانا تلخی کے ساتھ ٹھنڈا مشروب پینے کو ٹھنڈا حقہ پینے سے تشبیہ دیتے تھے)

اس پر نوابزادہ صاحب ہنس پڑے اور میں نے جاکر چائے لادی۔

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۵ راکتوبر ۱۹۶۹ء ص ۲۰)

ہجرت

۱۲ دسمبر ۱۹۷۶ء کو میاں طفیل محمد صاحب سعودی عرب کے دو ماہ کے طویل دورے کے بعد جب منصورہ پہنچے تو اس وقت مولانا مودودی جمعیت طالبات پاکستان کے سالانہ اجتماع کے اختتامی اجلاس سے خطاب فرمارہے تھے۔ مرتب

میاں صاحب... نہایت خاموشی کے ساتھ مولانا کے عقب میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ مولانا تقریر سے فارغ ہوئے تو میاں صاحب آگے بڑھے۔ مولانا نے میاں صاحب کو دیکھ کر فرمایا:

"آہا! آپ تشریف لے آئے۔ میں تو سمجھا کہ آپ ہجرت کر گئے۔"

اس جملے نے پوری مجلس کو کشتِ زعفران بنا دیا۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲ جنوری ۱۹۷۷ء ص ۱۳)

ملنتی

(راز کاشمیری)

۳۰ جنوری ۱۹۷۷ء کو ادارۂ تحقیق و اشاعت لاہور نے "ادبیات مودودی" پر ایک مذاکرے کا اہتمام کیا جس کی صدارت ڈاکٹر وحید قریشی کو کرنا تھی۔ اتفاق یہ کہ نیو کیمپس میں ایک اہم میٹنگ کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے اپنے وقت پر نہ پہنچ سکنے کی معذرت کردی اور ناظم تقریب نے صدارت کے لئے میرے نام کا اعلان کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک مجلس میں میں نے مولانا مرحوم سے ذکر کیا کہ: "مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے آپ کی ادبی حیثیت پر ہونے والے مذاکرے کی صدارت کی ہے۔"

مولانا نے مسکرا کر فرمایا: " تو آپ نے اس شخص کی ادبی خدمات پر ہونے والی تقریب کی صدارت کی جس کو لوگ ادیب مانتے ہی نہیں بلکہ منشی کہتے ہیں۔"

(ماہنامہ سیارہ لاہور سید مودودی نمبر اپریل مئی ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۳۹)

روزنامہ "افواہ"

۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفےٰ کے دوران جب خبروں پر سنسرشپ کا آغاز ہوا تو ماحول میں افواہوں کا سیلاب امڈ آیا۔ افواہوں کی اس فراوانی کو دیکھ کر مولانا نے فرمایا:

" اگر آج کل ایک روزنامہ "افواہ" چھپنا شروع ہو جائے تو ایسے لوگ بھی ہوں گے جو افواہیں پڑھ پڑھ کر ہی خوش ہوتے رہیں گے۔"

حاضرین میں مراد علی شاہ بخاری صاحب بھی موجود تھے۔ افواہوں کی بات چلی تو انھوں نے کہا: " مولانا! نعیم صدیقی صاحب نے ایک مرتبہ خبروں پر قدغن لگانے کے سلسلے میں بڑی خوبصورت بات کہی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ اگر خبر کے پر کاٹ دو گے تو پھر یہاں بے پر کی اُڑے گی۔"

مولانا نے اس جملے پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ ۲۱)

۔۔۔ یا روٹیاں توڑنا

(راویت: بشیر بٹ)

۱۹۷۷ء کی تحریک کے دوران کرفیو لگا کرتا تھا۔ ایک ایسے ہی دن نماز عصر کا واقعہ ہے ہم سب نماز کی تیاری کر رہے تھے کہ مولانا محترم باہر تشریف لے آئے۔ اتنے میں ہمارے رفیق صفدر علی چودھری صاحب بھی تشریف لے آئے۔ وہ بھاگے ہوئے آ رہے تھے۔ انھوں نے آتے ہی مولانا محترم سے مخاطب ہو کر کہا:

" مولانا! میں کرفیو توڑ کر آیا ہوں۔"

اصل میں زندہ دل صفدر صاحب نے مولانا محترم کو "چھیڑا" تھا۔ مولانا بھلا کب چوکنے والے تھے۔ انھوں نے کھٹ سے جواب دیا:

" بھئی! آپ کے دو ہی تو کام ہیں، کرفیو توڑنا یا روٹیاں توڑنا۔"

سارى محفل میں روشنی سی پھیل گئی اور صفدر صاحب بجھ سے گئے۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص ۲۱۳، ۲۱۲)

کرفیو اور آندھی

۵۔اے ذیلدار پارک کی عصری نشستیں لاہور میں کرفیو کے دوران میں بھی جاری رہیں۔ لوگ چھوٹے سے چھوٹے وقفے سے بھی فائدہ اٹھاتے اور ۵۔اے ذیلدار پارک پہنچ جاتے۔۔۔

۲۹ر اپریل کو کرفیو ایسے عالم میں ختم ہو رہا تھا۔ جب بے حد تیز آندھی چل رہی تھی۔ مولانا نماز عصر کے لئے باہر تشریف لائے تو فرمایا: "آج تو کرفیو کی جگہ آندھی نے لے لی ہے۔"

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ ۲۰۸)

مکر

ایک صاحب نے کہا: "بھٹو صاحب نے اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کا ذکر کیا ہے آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ کیا اسلامی نظریاتی کونسل میں شرکت کی دعوت تعاونوا علی البر کے ذیل میں نہیں آتی؟"

مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "شرط یہ ہے کہ بر ہو۔ مکر نہ ہو۔"

(۵۔اے ذیلدار پارک حصہ اول مرتبہ مظفر بیگ صفحہ ۲۸۳)

عاشق اور معشوق

(راوی: محمد انور مغل ایڈوکیٹ تحریر: عبدالغنی فاروق)

میں نے بتایا: "ڈسکہ کا ڈی۔ایس۔پی برملا کہتا ہے کہ بھٹو میرا معشوق ہے اور میں اس کا عاشق ہوں۔"

فرمایا: "پھر عاشق کو معشوق کے پاس ہونا چاہیئے۔"

یاد رہے کہ اس زمانے میں بھٹو جیل میں تھا۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۰۵)

قبر میں کتابیں

جولائی ۱۹۷۰ء میں مولانا کو آنکھوں کی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن مناسب توجہ اور علاج سے اگست کے ابتدائی دنوں میں یہ تکلیف دور ہوگئی۔ ایک موقع پر اس بیماری کا ذکر چھڑا تو موصوف نے فرمایا۔ (مرتب)

"سب سے زیادہ تکلیف پہنچانے والی بات یہ تھی کہ میں علاج کے دوران میں مطالعہ نہیں کرسکتا تھا۔ ساری زندگی کام کرنے کی عادت رہی ہے۔ پانچ منٹ بیکار نہیں بیٹھ سکتا، نہ مطالعہ کے بغیر رہ سکتا ہوں۔ میں تو سوچتا ہوں کہ قبر میں بھی اینٹوں کے بجائے کتابیں لگوالوں روشنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دے ہی دے گا۔"

(ہفت روزہ آئین لاہور، جولائی ۱۹۷۰ء صہ)

"مُرید"

مرکز تحریک میں ایک دفعہ اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ارادہ ہو تو ہر کام ہوسکتا ہے، مولانا نے فرمایا: "جب انگریز یہاں آئے تھے تو اپنے ساتھ ارادہ لائے تھے۔ کہ اس ملک کے نظام کو تبدیل کردیں گے۔ ان کے قانون اور رسم و رواج اور یہاں کے قانون اور رسم و رواج میں زمین آسمان کا فرق تھا، لیکن وہ یہ تبدیلی کرکے رہے۔ ... کام کرنے کے لئے صرف ارادہ چاہیئے پھر سب کچھ از خود ہوجاتا ہے۔"

پھر مولانا نے مسکرا کر فرمایا: "اصل چیز یہ ہے کہ "مرید" چاہیئے۔" (مرید یعنی ارادہ کرنے والا)

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء صہ۱)

تنہائی کا ناجائز فائدہ

(راوی: پروفیسر گوہر صدیقی تحریر عبدالغنی عثمان)

ایک دفعہ ہم دو ساتھی مولانا کی رہائش گاہ پر گئے کہ شاید ان کی زیارت ہوجائے۔ مولانا ان دنوں بیمار تھے اور صحن میں نماز کے انتظار میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں دیکھا تو دھیرے سے

مسکرا کر فرمایا:

"میں نماز کے لئے بیٹھا ہوں۔ آپ میں سے ایک امامت کرے اور دوسرا میرے ساتھ کھڑا ہو جائے مگر آپ میری تنہائی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں کہ ملاقات کرنے بیٹھ جائیں۔"

دفتر کا انتقال

۲۸ر جنوری ۱۹۷۸ء کو امامِ حج وخطیبِ عرفات شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ، استاذ سعید الجندل ڈپٹی منسٹر سعودی عرب اور ڈاکٹر احمد توتونجی اسسٹنٹ سیکریٹری جنرل ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ مولانا مودودی سے ملنے اچھرہ آئے۔ مولانا موصوف اپنے دفتر میں موجود تھے اور اپنی لکھنے والی میز کی کرسی پر تشریف فرما تھے۔ مرتب

مولانا نے امامِ حرم کو بتایا: "میں اپنی اس کرسی پر تیس سال سے کام کر رہا ہوں۔"

امام صاحب نے دریافت فرمایا: "کیا جماعت اسلامی کا دفتر بھی یہیں تھا؟"

مولانا نے مسکرا کر فرمایا: "وہ بھی یہیں ہوتا تھا، لیکن اب منصورہ انتقال کر گیا ہے۔"

اس پر امام صاحب نے مسکرا کر فرمایا: "آپ ثابت قدم رہے۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۵ر فروری ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۱)

تین اماموں کے درمیان

گفتگو کے دوران میں سعید الجندول صاحب نے انکشاف کیا کہ: "میں وزارتِ تعلیم میں آنے سے قبل امامِ حرم بھی رہ چکا ہوں۔"

اس پر مولانا نے فرمایا: "پھر تو ہم دو اماموں کے درمیان ہیں۔"

جب خلیل حامدی صاحب نے ڈاکٹر احمد توتونجی کا تعارف کرایا تو مولانا نے فرمایا:

"یہ تو امام الشباب ہیں۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۵ر فروری ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۱)

بیمار کا حال اچھا ہے

مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی ہند ۲۹ر جنوری ۱۹۷۸ء کو مولانا مودودی سے ملاقات کرنے کے لئے اچھرہ تشریف لائے۔ مولانا اس وقت لکھنے کی میز سے ہٹ کر آرام کرسی پر تشریف فرما تھے اور آپ کے برابر میں ٹیبل لیمپ جل رہا تھا جس کی روشنی میں آپ کے سر اور داڑھی کے بال چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ اور چہرے پر ایسی تازگی معلوم ہوتی تھی گویا آپ کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہے۔ دوران گفتگو میں مولانا نے خود فرمایا: "جب آپ لوگوں سے ملتا ہوں تو کچھ وقت کے لیے تکلیف بھول جاتا ہوں۔ غالب نے غالباً ایسی ہی کیفیت کے لئے کہا تھا۔

"ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۲ر فروری ۱۹۷۸ء صفحہ ۹)

نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے...

مولانا اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے... ان کے برابر میں لیمپ روشن تھا اور لیمپ کی سنہری روشنی میں سفید بال طلائی تاروں کی طرح جھلملا رہے تھے۔ مولانا کے بائیں ہاتھ میز پر کاغذات ایک ترتیب کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ سامنے کی کرسی پر ایک خوشخط مسودہ رکھا تھا جس کو مولانا نے ملاقاتوں کے درمیانی وقفے میں دیکھنے کے لئے کھول لیا تھا۔

ایک صاحب مولانا سے ملاقات کے لیے آئے۔

مولانا نے آنے والے صاحب سے پوچھا: "سنائیے اب کیسے ہیں؟"

ان صاحب کی حادثے میں ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ انھوں نے کہا:

"مولانا عجیب حالت ہے، نہ چل سکتا ہوں نہ بیٹھ سکتا ہوں!"

مولانا نے مسکرا کر فرمایا ؎

"ہوئے ہیں پاؤں پہلے ہی نبردِ عشق میں زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے"

کمرے میں ہلکا سا قہقہہ بلند ہوا۔ (ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۳ ستمبر ۱۹۷۰ء ص ۱۱)

میں ڈکٹیٹر بننا نہیں چاہتا

(روایت. عاصم نعمانی)

سیرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی دور پر جہاں تک مواد اکٹھا کرنے کا تعلق تھا، وہ کیا جا چکا تھا۔ جہاں تک املا کرانے کا تعلق ہے، تو مولانا مرحوم املا کرانے کے عادی کبھی نہیں رہے۔ بہت سے احباب نے ڈکٹیٹ کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر مولانا محترم فرماتے تھے کہ

"CONCENTRATION OF MIND نہیں ہے" اور اس کی وجہ ہمہ وقتی درد کی تکلیف تھی۔ ازراہ خوش طبعی یہ بھی فرمایا کہ: "میں کسی معنی میں بھی ڈکٹیٹر (DICTATOR) بننا نہیں چاہتا"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ص ۱۹۵)

شیخین

(شیخ صادق حسین)

مولانا سے آخری ملاقات کا قصہ عجیب ہے۔ میں اور حکیم اقبال حسین صاحب اکٹھے مولانا سے ملنے ان کے کمرے میں داخل ہوئے۔ مولانا کی طبیعت ناساز تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی کھل اُٹھے۔ فرمایا:

آہا! شیخین آگئے"

"میں اور حکیم صاحب شیخ ہیں"

(روزنامہ جسارت کراچی سید مودودی نمبر صفحہ نمبر ۹۰)

عوامی آدمی

مولانا اپنے کمرے میں بستر پر تشریف فرما تھے۔ آپ گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے بستر کے برابر میز پر ٹیبل لیمپ روشن تھا اور کتابیں اسی قرینے سے بچھی ہوئی تھیں۔ جیسے دفتر میں مولانا کے پاؤں پر کمبل پڑا ہوا تھا۔ جس کے نیچے سندھی اجرک بطور استر لگا تھا۔ ایک صاحب نے ہنس کر کہا: "مولانا! آپ اجرک بھی استعمال فرماتے ہیں۔

مولانا نے مسکرا کر فرمایا: بھائی! میں عوامی آدمی ہوں میں جتنا پنجابی ہوں اتنا سندھی بھی ہوں"

اس پر مجلس زعفران زار بن گئی۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۱ مارچ ۱۹۸۰ء …)

میں بُرا کب تھا

(روایت: محمد فاروق مودودی)

علاج کے لئے امریکہ جانے سے پہلے یہ پوزیشن تھی کہ جو لوگ عیادت کو آتے تھے ان کو تسلیاں دیتے تھے۔ مذاق کرتے تھے۔ ہنساتے تھے۔ ایک صاحب فرمانے لگے:

"مولانا! کوئی بات نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بڑے جلدی اچھے ہو جائیں گے۔"

کہنے لگے!"میں بُرا کب تھا۔"

(آتش فشاں لاہور۔ نومبر (I) ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۹)

سالگرہ

(روایت: ڈاکٹر احمد فاروق مودودی)

ہم جب لاہور سے جا رہے تھے تو کسی نے پوچھا: "مولانا! کب واپسی ہوگی؟"

ابّا جان نے مذاقاً فرمایا: "میں اپنی سالگرہ یہیں آکر کروں گا؟"

اور یہ واقعہ ہے کہ ۲۵ ستمبر ان کی سالگرہ کا دن ہے اور اسی دن ان کی میّت پاکستان پہنچی۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۲۵)

تم ہی نظر لگاؤ گی

(راوی: بیگم سید مودودی تحریر: سلمیٰ یاسمین نجمی)

مولانا کس قدر بیماری کی حالت میں بفیلو گئے تھے مگر کچھ ہی دنوں بعد طبیعت سنبھلنی شروع ہو گئی۔ چہرہ پُر رونق ہو گیا۔ گردن بھر گئی۔ میں نے مذاق کیا: "میاں! آپ پھر سے جوان ہو گئے ہیں۔ بس بال کالے ہونے کی کسر رہ گئی ہے۔ کسی کی نظر نہ لگ جائے۔"

مسکرا کر بولے: "کس کی نظر لگے گی۔ تم ہی نظر لگاؤ گی۔"

(ماہنامہ بتول لاہور

سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱)

کھلاپلاکر......

(راوی: بیگم سید مودودی تحریر: یعلیٰ یاسمین نجمی)

میاں مجھے کہتے: "یہ تم ہر وقت مجھے کیوں ٹھنسائی رہتی ہو۔ خود کیوں نہیں کھاتیں، تم کھایا کرو اچھی طرح۔"

میں نے کہا: "آپ کا بیٹا تو کہتا ہے کہ وزن کم کرو۔"

تو وہ شمی (بہو) سے بولے: "تمہاری طرح دھان پان ہوتی تھیں، دیکھنے سے ترس آتا تھا۔ بڑی مشکلوں سے کھلا پلا کر میں نے اتنا کیا ہے۔"

(ماہنامہ بتول لاہور۔ سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۱)

...تماشا مرے آگے

(راوی: بیگم سید مودودی تحریر: یعلیٰ یاسمین نجمی)

بچوں کے حق میں مولانا سے شفیق انسان میری نظر سے نہیں گزرا... کبھی کسی بچے کو نہ ڈانٹا نہ مارا... بچے ان کی نرمی سے خوب فائدہ اٹھاتے تھے۔ بفیلو میں ان کا پوتا عثمان فاروق بڑی شرارتیں کرتا تھا۔ ہر وقت ان کے ہی کمرے میں گھسا رہتا تھا۔ وہ بیمار بھی تھے۔ مگر بس صرف اتنا کہتے: ع

"ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے"

(ماہنامہ بتول لاہور سید مودودی نمبر ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ)

پیراڈائز روڈ

(راوی: جسٹس (ریٹائرڈ) محمد افضل چیمہ تحریر: قیوم قریشی)

۱۲ جون ۱۹۷۹ء کو جسٹس (ریٹائرڈ) محمد افضل چیمہ صاحب اپنے دو بیٹوں آفتاب اور فرخ کے ہمراہ مولانا مودودی کی عیادت کے لیے بفیلو گئے تھے۔۔۔ اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں۔ مرتب

میں نے ڈاکٹر احمد فاروق مودودی سے کہا: "آپ نے اپنے گھر کا پتہ پیراڈائز روڈ شاہراہ جنت) بتایا تھا۔ لیکن یہ سڑک تو اس قدر خستہ حال اور دشوار گزار ہے کہ ایسی سڑکیں تو

پاکستان میں بھی کم ہی نظر آتی ہیں۔"

اس سے پہلے کہ ڈاکٹر صاحب کوئی جواب دیتے۔ مولانا مسکرائے اور فرمایا:

"بھائی! جنت کا راستہ تو بہرحال بڑا ہی دشوار گزار اور مشکل ہوتا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ملخّص)

شُوٹ

(راوی: جسٹس (ریٹائرڈ) محمد افضل چیمہ تحریر: قیوم قریشی)

میرا بڑا بیٹا اٹھا اور اپنے کیمرے سے مولانا کے ساتھ ہماری تصویریں بنانے لگا میں نے اسے دبی زبان میں سرزنش کرتے ہوئے کہا:

"تمہیں تصویریں اتارنے سے پہلے مولانا سے اجازت لے لینی چاہیے تھی۔"

آفتاب نے اسی طرح دبی زبان میں جواب دیا: "میں نے ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے لی تھی۔"

ہماری دبی زبان کی گفتگو مولانا کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ انھوں نے مداخلت کرتے ہوئے فرمایا: "میرے بھائی! جب شوٹ (SHOOT) کرنا ہی مقصد ٹھہرا، تو پھر اجازت لینے یا نہ لینے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور سید مودودی نمبر جنوری ۱۹۸۰ء ملخّص)

سُود کی اقسام

(روایت: ڈاکٹر احمد فاروق مودودی)

بفیلو میں مولانا کے پاس ملاقاتیوں کا سلسلہ پورے زور شور سے جاری تھا۔ بعض اوقات نشستیں ہلکا پھلکا انداز اختیار کر جاتی تھیں۔ ایک صاحب سود کے جواز کے بارے میں کچھ کہلوانا چاہتے تھے کہ جس سود سے اسلام نے منع کیا ہے وہ انسان کی کھال کھچوانے والا سود ہوتا ہے۔ یہ جو بنکوں کا سود ہے اس سے منع نہیں کیا گیا۔ وہ صاحب بار بار اس چیز کو مختلف رنگوں میں پوچھ رہے تھے۔ سود کی ایک قسم کو ان صاحب نے ظالمانہ سود اور دوسری کو منصفانہ سود کا نام دیا۔ ابا جان نے بار بار ان کو مختلف انداز میں سمجھانے کی

کوشش کی۔ آخر انھوں نے کہا: "اچھا! میں آپ کو مثال دے کر سمجھاتا ہوں۔ فرق دونوں میں صرف اتنا ہے کہ ایک زنا بالجبر ہے اور ایک زنا بالرضا ہے۔"

(آتش فشاں لاہور نومبر(۱) ۱۹۷۹ء صفحہ نمبر ۳۵،۳۶)

جنّت کا پتّا

(ریاض احمد پرواز)

مولانا مرحوم نے ۲۲ جولائی کو آخری مرتبہ شمالی امریکہ کے دور افتادہ شہروں سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات کی۔ پچیس کے قریب افراد ڈاکٹر سید احمد فاروق مودودی کے مکان پر جمع تھے۔ لوگوں کے سوالات کے جوابات مولانا نے دیے۔ اس وقت وہ صحت مند نظر آ رہے تھے۔ بلکہ اچھے موڈ میں مزاح اور تفنن طبع کی باتیں کر رہے تھے۔ اسی دوران نیو یارک شہر سے کسی نے پان لاکر مولانا کو تحفہ دیا تو پان کا ذکر چل نکلا۔ مولانا سے ایک صاحب نے سوال کیا: مولانا خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنّت میں پان ضرور رکھا ہوگا۔"

مولانا نے مزاحاً کہا: "بھائی! آپ کو معلوم نہیں، پان جنّت ہی کا پتّا ہے اور وہیں سے زمین پر آیا ہے۔"

(ماہنامہ فاران کراچی اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۸)

ہماری مطبوعات

سرورِ عالمؐ کی چند انقلاب آفریں رائیں	از	محمد کلیم رائیں۔ ایم اے
اسلام اور مسلم خواتین	از	اُمِ فاروق
مولانا مودودیؒ کی شگفتہ مزاجی	از	عبدالغنی عثمان۔ ایم اے
آپا حمیدہ بیگمؒ	از	پروفیسر فروغ احمد
اسلام میں جرم و سزا	از	ڈاکٹر عبدالعزیز عامر
اسلام دینِ حق	از	سید قطب شہیدؒ
حکایاتِ عزیمت	از	بدر عالم

MPC BOOKS
مدینہ پبلشنگ سینٹر ○ رامپور یوپی انڈیا

صرف ٹائیٹل دہلی آرٹ پریس میں چھپا